رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM
QADIAN.

الحکم
دور جدید

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ✦ دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے ۵۰ر
حکام و امراء سے ۱۰ر
معاونین سے ۱۵ر
عوام سے ۶ر
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے
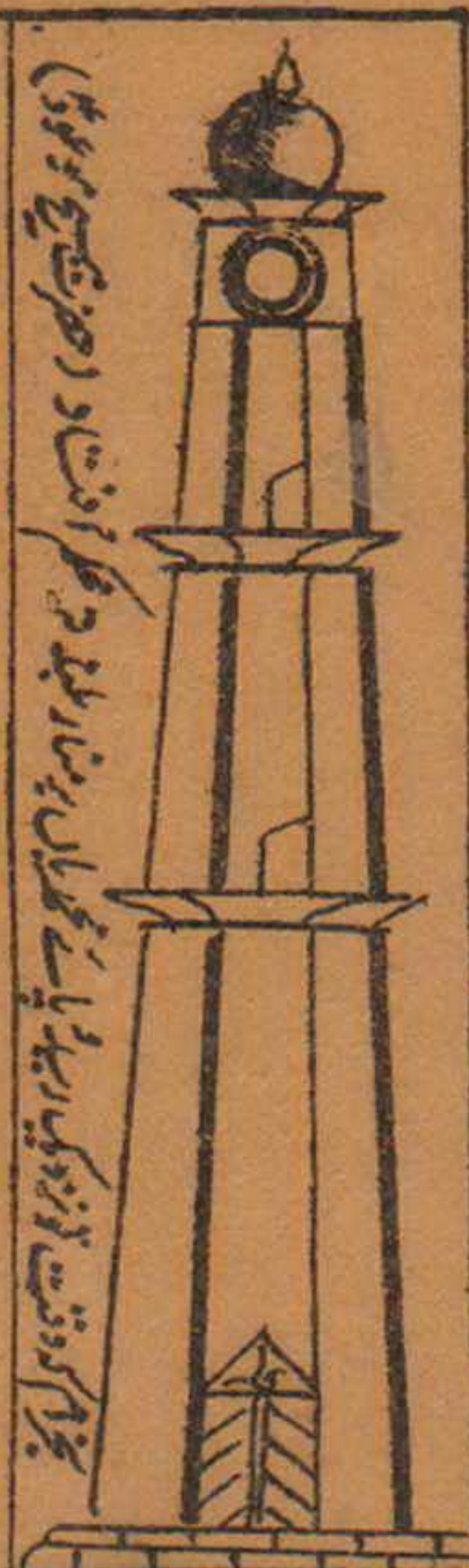
جلد (۳۸) | قادیان ۸ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۳۵ء یوم دوشنبہ | نمبر (۱)

الحکم کا سال نو!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ الحکم کے سلسلہ جدید کے ایک سال کو ختم کرکے دوسرے سال میں قدم رکھیں۔

گذشتہ سال جب الحکم جاری ہوا۔ تو جماعت میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مگر بہت سے احباب الحکم کی گزشتہ حالت کا اندازہ لگا کر اس کی خریداری میں پس و پیش کرتے تھے۔ ان کو اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنا اشتراک دفتر کو بھیجدیں۔ اور پھر اخبار جاری نہ رہ سکے۔ مجھے افسوس ہے کہ ابھی وہ زمانہ نہیں آیا کہ الحکم کی گزشتہ خدمات کی پوری قدر کی جائے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ وقت آئیگا جبکہ اس کے پورے قدردان پیدا ہو جائیں گے۔ اگر احباب الحکم کی ان مجبوریوں کو دیکھتے جن کی وجہ سے وہ معرض التوا میں آجاتا رہا۔ تو وہ کبھی اسے قابل الزام خیال نہ کرتے۔ مگر وہ ان تمام مشکلات اور مجبوریوں سے بچشم اغماض گذر گئے

الحکم کے کارکن پہلے ہی دن اپنی اس حالت کا اندازہ لگا تے تھے۔ مگر انھوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس جد و جہد کو انتہائی رنگ میں جاری رکھیں گے۔

چنانچہ اس جد و جہد کا سب سے پہلا نمونہ یہ تھا کہ الحکم کے مونس اور مدیر اعلیٰ حضرت والد صاحب قبلہ نے گزشتہ سال الحکم کی خدمت جن حالات میں کی اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت والد صاحب الحکم کے اصدار کے ساتھ ہی بستر علالت پر لیٹ گئے۔ مرض اسقدر بڑھی کہ الاماں والحفیظ۔ ان کو کسی پہلو و کسی کروٹ چین نہیں آتا تھا۔ طبیعت سخت حساس ذرا سی تکلیف بھی ان کے سامنے بڑی بن کر آکھڑی ہوتی۔ سارا جسم امراض کا آماجگاہ بن گیا۔ بخار وہ کہ اترنے میں ہی نہیں آتا۔ پیشاب ہے کہ اگر ایک قطرہ بنتا ہے تو خارج ہو جاتا ہے۔ پاخانہ کی یہ حالت کہ بغیر خارجی کوشش کے خارج نہیں ہوتا۔ ضعف دل اسقدر کہ دورے پر دورے پڑتے ہیں۔ نیند کی یہ حالت کہ آتی ہی نہیں۔ غذا کی یہ حالت کہ سب غذاؤں سے نفرت اور چڑ پیدا ہو گئی۔ بواسیر کی یہ شدت کہ خدا کی پناہ۔ ان حالات میں رات کے تین تین بجے ایک ایک لفظ بولکر اخبار لکھواتے۔ اور اپنی زندگی پر اخبار کی زندگی کو ترجیح دیتے۔ اس حالت میں بھی یہ کوشش اور پورا التزام رکھا کہ اخبار ایک دن لیٹ نہ ہو۔

روپیہ کی یہ حالت کہ ایک پیسہ پاس نہیں۔ مگر کام کو جاری رکھا۔

احباب اور مشترکین کی یہ حالت کہ وہ اس بدظنی سے کہ اخبار بند نہ ہو جائے۔ سوائے چند کے بار بار وی۔پی واپس کرتے اور لکھتے کہ نومبر دسمبر میں ادا کر دینگے

ان تمام مشکلات میں سے الحکم گذرا۔ مگر خدا کے فضل نے اس کے دامن کو نہ چھوڑا۔ اور الحکم کا قدم آگے ہی آگے بڑھا۔

الحکم سال کے آخری مہینوں میں اس حالت کو پہنچ گیا کہ اخبار چھپ کر دو دو دن ٹکٹوں کے لئے پڑا رہتا۔ مگر باوجود اس کے ہم نے سوائے ۱۴ر دسمبر کے پرچے کے جو ۲۲ کو پوسٹ ہوا خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ایک پرچہ بھی لیٹ نہیں ہوا۔

الحکم کے کارکنوں اور مالکوں کی یہ خدمت بیشک اس قابل ہے کہ جماعت اس کی قدر کرکے اب آئندہ کے لئے اپنی بدظنی کو حسن ظنی میں تبدیل کرکے الحکم کو اس سال

ایک ہزار

کی تعداد تک پہنچا دے۔ الحکم کے خریدار اگر ایک ایک جدید خریدار اس سال نو میں دیں۔ تو یہ وقت بخوبی دور ہو سکتی ہے الحکم کو جو عزت گذشتہ سال جماعت کی طرف سے خوشنودی کے رنگ میں حاصل ہوئی وہ بتلاتی ہے کہ جماعت کا ہر فرد جس کے ہاتھ الحکم لگ جاتا تھا وہ اسے الحکم کی الف سے لے کر دعایا کی ی تک پڑھ جاتا تھا۔

سال گذشتہ میں کثرت سے ایسے خطوط دفتر الحکم کو ملے جن میں الحکم کی خدمات کو سراہا گیا اور پھر سالانہ جلسہ میں سینکڑوں احباب نے دفتر

الحکم میں تشریف لاکر نہایت محبت سے اس کی خدمات کا ذکر کیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ صرف مدح سے ایک اخبار کے اخراجات چل نہیں سکتے اخبارات کی زندگی اور موت کا انحصار اس کے معاونین اور مشترکین پر ہوتا ہے۔ اگرچہ اخبارات کے مالک کس قدر بھی سعی سے کام لیں اور بہتر سے بہتر مضامین لکھیں لیکن اگر اس کی اشاعت پر اثر نہ پڑے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ الحکم کی گذشتہ خدمات اور گذشتہ سال کی محنت کا تقاضا تھا کہ اس سال الحکم کم از کم

ایک ہزار شائع ہو

مگر مجھے افسوس ہے کہ اس امر کی طرف عملی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قابل افسوس امر یہ کہ مشترکین میں سے ایک جماعت ہے۔ جس نے سال گزرنے پر بھی اس کی قیمت ادا نہیں کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

میں ان دوستوں کو کیا کہوں جنھوں نے سال میں متعدد مرتبہ ہماری سعی کے باوجود اور اپنے وعدہ پر وعدہ کرنے کے باوجود انھوں نے قیمت ادا نہیں کی۔ اور اس کی اہمیت کو ذرا بھی محسوس نہیں کیا۔ میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کا یہ فعل الحکم کے گلا گھونٹ دینے کا مترادف تھا اور ہے۔

میں ان دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر ان کو الحکم سے محبت ہے اور وہ اس کے دشمن نہیں۔ تو وہ الحکم کے بقائے جلد سے جلد صاف کر دیں۔ ورنہ ان کا وجود الحکم کے راستے میں ایک بہت بڑا پتھر بن جائے گا۔

مجھے جہاں ایسے دوستوں سے شکایت ہے وہاں ان بزرگ معمریوں کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے جنھوں نے گذشتہ سال الحکم کے لئے بہت بڑی مالی قربانیاں کیں۔ ان میں سے دو نے تو اس سال جدید کے لئے بھی اس قربانی کو جاری رکھا ہے باقیوں سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ اپنی مدد کو جاری رکھیں حتیٰ کہ الحکم اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔

اخبارات کا یہ قاعدہ اور طریق ہوتا ہے کہ سال نو کے ساتھ وہ جدید تمنیات اور ترقیات کا باب کھولتے ہیں۔ اور وہ اپنے مشترکین سے بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں کہ ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔ یہ امانی اور وعود کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔

پس میں اپنے مشترکین سے سال نو میں کوئی جدید وعدہ نہیں کرنا چاہتا۔

ہاں

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مجھے توفیق دے کہ میں اخبار کو اور بھی زیادہ لذیذ اور لطیف اور مفید بنا سکوں۔

میں چاہتا ہوں کہ الحکم کا دستور العمل اور شعار آگے بڑھنا ہو۔

الحکم نے قوم کی نہایت نازک اوقات میں خدمات کی ہیں۔ اب پھر وقت آرہا ہے کہ قوم کو حضرت امیر المومنین کے منشا پر چلانے کے لئے اخبار کے کالموں اور اخبار نویس کی قلم کا صحیح استعمال کیا جائے۔

پس اخبار اسی پاک روشنی میں قوم کے لئے شعل لے کر چلنے کی سعی کرے گا۔ اس کے سوا اور کچھ میں نہیں کہنا چاہتا۔ کیونکہ ہمارا عمل ہمارے قول کی درست ترجمانی کر سکے گا۔

ہاں الحکم کے چند مطالبات ہیں جو قوم کے ہر ایک فرد سے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بڑے پر زور الفاظ میں اس سال بھی جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ:-

اے احباب کرام! آپ الحکم سے تعاون کریں کیونکہ الحکم حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت۔ سوانح۔ ملفوظات۔ مکتوبات الہامات کو محفوظ کرنا چاہتا ہے۔

ہر وہ شخص جو کسی واقعہ یا کسی الہام یا کسی مکتوب کا حامل ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اسے پبلک میں لائے کیونکہ وہ ساری دنیا کا مال ہے

اس لئے جو احباب ان چیزوں کو چھپا رہے ہیں وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے کہ انھوں نے ایک امانت کو شائع کرنے سے احتراز کیا۔ پس ہر وہ شخص جس کے پاس کوئی ایسی امانت ہے۔ اگر وہ اصل نہیں تو نقل۔ مطابق اصل شائع کرنے کے لئے بھیجدے الحکم بڑے امتنان سے شائع کر دے گا۔

دوسرے آپ کیوں کہ احمدی ہوتے اس موضوع پر اپنے حالات لکھ کر دفتر الحکم میں بھیجدیں۔

میں یہ اعلان عام کر رہا ہوں ہر وہ شخص جو الحکم کا خریدار ہے یا نہیں اگر وہ احمدی ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے حالات لکھ کر یا لکھوا کر بھجوا دے۔

اسی طرح اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اذکروا موتاکم بالخیر حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے حالات لکھ کر دفتر الحکم کو بھیجدیں۔ تاکہ وہ بھی محفوظ ہو جائیں

اخیر میں میں خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرتے ہوئے اور اسکی دستگیری اور پناہ مانگتے ہوئے اس جدید سال کا افتتاح کرتا ہوں۔ اور اس سے امید کرتا ہوں کہ وہ ہمکو اس سال گذشتہ سال کی نسبت بڑھ چڑھ کر کامیابی عطا فرمائیگا۔ اور ہمارا قدم آگے ہی رکھے گا۔ وباللہ التوفیق (محمود احمد عرفانی)

نشانِ مہدی

(از قلم خان محمد صادق خانصاحب شبنم چارسدہ)

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار (حضرت مسیح موعودؑ)

چمک خورشید[1] کی دیکھی قمر میں
لآلی نور کے محمل نشیں ہیں
فلک تجھکو قسم ہی کہکشاں کی
قسم تجھ کو ستاروں کی ضیا کی
قسم تجھ کو ہے حُسنِ کبریا کی

ضیا دیکھی قمر کی بحر و بر میں
مسیحائی حریم چشم تر میں
جو ڈالے ہاتھ ہے تیری کمر میں
جو ہے جلوہ نما چشم در ر میں
جھلک جس کی ہویدا ہے سحر میں

کسوفِ شمس کا کیا مدعا تھا؟
نمایاں تھا نشاں کس کا قمر میں؟

[1] خورشید سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم ہیں۔ قمر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں یعنی بروزکی طرف اشارہ ہے۔

دفتر الحکم کیطرف سے ضروری اعلانات

۱۔ سیرت المہدی کے اس نمبر میں دو ورق ہیں۔ اگلے نمبر میں اس کمی کو پورا کر دیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ارادہ تو چار ہی کے شائع کرنے کا تھا مگر صفحات کی کمی کی وجہ سے دو صفحے روک لینے پڑے۔

۲۔ دفتر الحکم میں بعض احباب نے لائبریریوں کے لئے پرچے جاری کرائے اور ہیں۔ ان کے اعلانات اگلے ہفتے کے اخبار الحکم میں "انصار الحکم کا اپنا صفحہ" کے عنوان کے ماتحت شائع ہو سکیں گے۔ جن احباب نے ایسی رقوم بھیجی ہیں یا آرڈر دیئے ہیں وہ تسلی رکھیں۔

۳۔ مربیان اور سرپرستان الحکم کے نام سال جدید کے وی۔ پی ارسال ہو رہے ہیں۔ وہ لینے کے لئے تیار رہیں۔ الحکم کے لئے کاغذ کا سٹاک جمع کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ گزشتہ سال ہمکو یہ بھی دقت رہی ہے کہ کاغذ کو ہر ماہ مہیا کرنا پڑتا تھا۔ جس سے اخراجات بہت زیادہ بڑھ جاتے رہے۔

۴۔ بقایا داران کی خدمت میں بھی اب عرض ہے کہ اب اگر وہ قیمت ادا کریں گے تو ان کا اصولاً الحکم پر کوئی احسان نہیں ہوگا مگر ہم موجودہ حالات میں ان کے بھی احسان مند ہوں گے۔ اگر وہ بقایا ادا فرما کر ممنون فرما دیں گے۔ جن کی قیمتیں ۳۱ جنوری تک نہیں آئینگی ان کے نام وی پی جاری کر دیئے جائیں گے۔ اب ان وی پیوں کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔

(محمود احمد عرفانی)

سیرت المہدی کا ایک ورق

آج کی اشاعت میں وہ اصحاب کی طرف سے ہم روایات پیش کرتے ہیں - روایات کے متعلق اسقدر لکھ دینا ضروری ہوگا کہ الحکم میں پہلے ہر ایک روایت کیساتھ مفصل نوٹ لکھے جاتے تھے - تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے - مگر اکثر بزرگان کی منشاء اور خواہش کے ماتحت بعد میں یہ تغیر کر دیا گیا تھا کہ صرف روایات پر اکتفا کیا جائے - اور اگر کبھی نوٹ یا تشریح کی ضرورت پیش آئے تو اس میں حتی الوسع اختصار سے کام لیا جائے - چنانچہ اب اسی پر عمل ہو رہا ہے - اس آخری صورت کی غرض یہ ہے کہ روایات کے متعلق جس قدر سواد اور جس قدر جلد مواد جمع ہو سکے - اسکو جمع کر لیا جائے -

ابھی تک یہ انتظام پورے طور سے نہیں ہو سکا کہ روایات کی گہری تحقیق و تدقیق کی جائے - اگرچہ حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے - ایسے لوگوں سے روایات حاصل کی جائیں جو احتیاط اور تقویٰ کو مدنظر رکھ کر روایات بیان کریں - باوجود اس سعی کے کہ اگر خدانخواستہ کوئی روایت قابل اصلاح آ جائے - تو الحکم روایت کی صحت معلوم ہونے پر اسکی اصلاح شائع کرنے سے دریغ نہیں کرے گا -

الحکم کی خدمت کو ایک بڑے طبقے نے بہت قدر دانی سے دیکھا ہے - مگر ابھی ہزارہا احباب نے اسطرف نظر بھی نہیں اٹھائی - مجھے افسوس ہے کہ ایک طبقہ ایسے لوگوں کا بھی ہے - جو باوجود ان خدمات کی پسندیدگی اور اس کے اظہار کے پھر الحکم کی مضبوطی کے لئے قدم بڑھانا پسند نہیں کرتا - اسی طرح مجھے ان دوستوں پر سخت تعجب ہے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے بعض واقعات جانتے ہیں - اور یا ان کے سینوں میں بعض روایات محفوظ ہیں - مگر وہ اس خزانہ کو اپنی ملک خیال کر کے دبائے بیٹھے ہیں - اور اسے پبلک میں نہیں لاتے - الحکم نے متعدد مرتبہ اعلان کیا - اور ان سے مطالبہ کیا کہ یہ چیز تمہاری ملک نہیں - بلکہ یہ قوم اور ملت کی ملک ہے - آپ لوگ خدا تعالیٰ کے نزدیک ان باتوں کو چھپانے کے لئے جوابدہ ہوں گے - مگر ہماری بار بار کی تحریک نے ابھی تک ان لوگوں کے دلوں پر کوئی خاص اثر نہیں کیا - اور احباب اب تک اس خزانہ کو چھپا رہے ہیں - میں آج پھر جدید سال کے ساتھ تمام احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ جو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اور حضور کے الہامات - معجزات کے متعلق کچھ جانتے ہیں وہ لکھ کر بھیجدیں - یا جن کے پاس حضور کے خطوط ہیں ان کی نقل ارسال فرما دیں - تاکہ یہ کام جلد سے جلد مکمل ہو (ایڈیٹر)

روایات از حضرت سید ناصر شاہ صاحب

(۱) حضور چاہتے تھے کہ حضور کے خدام آپ کے بہت قریب رہیں

غالباً سنہ ۹۸ یا ۱۸۹۹ کا واقعہ ہے کہ میں قادیان آیا اس زمانے میں شیخ یعقوب علی صاحب کے مکان کی زمین صرف خرید کی گئی تھی - اور ابھی مکان تعمیر نہیں ہوا تھا - حکیم فضل الدین صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپنے مکان تو بنانا ہی ہے - اسوقت کوڑیوں کے مول زمین ملتی ہے خرید لیں - شیخ یعقوب علی صاحب کے مکان سے دو مکان چھوڑ کر ایک جگہ دیکھی - اور پھر حضرت صاحب کی خدمت میں اجازت کے لئے حاضر ہوا - عرض کیا کہ حضور میں مکان کے لئے زمین لینا چاہتا ہوں اور حکیم فضل الدین صاحب نے موقع بھی پسند کر لیا ہے - اگر حضور اجازت دیں تو لے لیں - آپ نے فرمایا "کس جگہ" ان دنوں یہاں صرف پرائمری سکول ہی مشہور عمارت تھی تو مینے عرض کیا حضور پرائمری سکول سے ورلی طرف - آپنے فرمایا شاہ صاحب وہ تو بہت دور ہے - ہم دعا کر کے کل بتائینگے -

غرض دوسرے روز ہم پھر حاضر ہوئے - اور عرض کیا حضور وہ بیعانہ مانگتا ہے - آپنے فرمایا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے دوست ہمارے پاس ہی رہیں - آپ اور آپ کے بھائی صاحب آپکی بھاوجہ صاحبہ ابھی سب باہر ہیں - جب آپ آئینگے - تو ہم خود آپکے لئے مکان کی جگہ تجویز کرینگے - جب آپ فارغ ہو کر آئینگے - تو ہم اپنے پاس آپ کو جگہ دینگے -

اس کے بعد ہم نے مکان کا ارادہ ترک کر دیا - پھر جب ۱۹۱۷ء میں میں ریٹائر ہو کر آیا تو ام المومنین سے مکان کے لئے عرض کیا - آپنے فرمایا جو جگہ آپ کو پسند ہو لے لیں اگر گاؤں کے اندر پسند ہو تو اندر اگر باہر پسند ہو تو باہر لے لیں - میرے بھائی سید فضل شاہ صاحب نے کہا کہ ناصر شاہ حضور نے تو فرمایا تھا کہ اپنے پاس جگہ دینگے - اگر جگہ باہر خریدی تو پھر ہم دور ہی رہے - غرض موجودہ مکان کی جگہ تجویز ہوئی - یہ جگہ ایک ہندو کی تھی - اور حضرت صاحب کے مکان سے ابھی فاصلہ تھا - مگر بھائی صاحب نے کہا کہ اگرچہ یہ جگہ دور ہے - مگر پھر بھی باقی جگہوں سے نزدیک ہی ہے - مگر اب خدا تعالیٰ کی شان دیکھو کہ قصر خلافت تعمیر ہو گیا ہے - اور صرف ایک اینٹ کا فرق رہ گیا ہے -

یہ حضور کی پیشگوئی تھی جو مکان کے رنگ میں اسطرح پوری ہوئی -

(۲) دوسری شادی الہام کے ماتحت ہوئی

غالباً ۱۸۹۸ء کا ذکر ہے کہ میں قادیان آیا میری پہلی بیوی فوت ہو چکی تھی - پھر دوسری شادی کی وہ بھی فوت ہو گئی - پھر تیسری شادی کی - مگر اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی - جب میں قادیان آیا تو حافظ حامد علی صاحب نے کہا کہ حضرت صاحب سے کیوں نہیں کہتے - دنیا میں سب خواہشات سے بڑھ کر اولاد کی خواہش ہوتی ہے - حضرت صاحب سے کہکر دوسری شادی کر لو مینے کہا کہ مجھے آئے ہوئے تین دن ہو گئے ہیں - مگر حضور سے ابتک باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا - تم خود جا کر کہو - انھوں نے کہا کہ اچھا میں ابھی جاتا ہوں - غرض وہ حضور علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور عرض کیا کہ ناصر شاہ آیا ہے - آپ نے فرمایا "اندر بلا لاؤ" اگست کا مہینہ تھا - گرمی کے دن تھے میں حضور کے پاس بیٹھ گیا - پھر آپنے فرمایا یہاں گرمی ہے - اور باہر دالان میں دری بچھی ہوئی تھی - وہاں جا کر بیٹھ گئے - حافظ حامد علی صاحب نے عرض کیا کہ حضور ان کے اولاد نہیں ہوتی - آپ ان کو دوسری شادی کی اجازت دیں اور ساتھ ہی حافظ صاحب نے دو تین رشتے بھی بتائے - حضور نے فرمایا شاہ صاحب آپکا کیا خیال ہے - اولاد تو ہونی ضروری ہے آپ کی شادی کو کتنے سال ہو گئے ہیں؟

میں نے عرض کیا حضور دس بارہ سال ہو گئے ہیں فرمایا دس بارہ سال کوئی بڑی بات نہیں - ہم نے دیکھا ہے کہ بیس پچیس سال بعد بھی اولاد ہو جاتی ہے - حامد علی صاحب! دوسری شادی ان کے لئے بڑا مجاہدہ ہے - آپ سید ہیں - ان کے بھائی ہیں بھاوجہ ہے - بیوی ہے - پھر سید ہیں - ہمارے خیال میں بہتر ہے کہ آپ پانچ سال اور انتظار کریں ہم دعا بھی کریں گے - مولوی صاحب (خلیفہ اول رضی) سے دوا بھی کرائینگے - خدا قادر ہے - شاید ان میں سے ہی اولاد ہو جائے -

میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا - پھر میں یہاں سے چلا گیا حضور کے ارشاد پر پانچ سال بھی گذر گئے - اس اثناء میں میں نے کبھی یاد نہیں کرایا -

چھٹے سال میں یہاں چھٹی پر آیا - ان دنوں میاں بشیر احمد صاحب کا بڑا دالان نیا مہمان خانہ بنا تھا - مجھے بھی وہیں جگہ ملی - اوپر حضرت صاحب رہتے تھے - مجھے خیال آیا کہ پانچ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے - مگر مجھے حضور سے ذکر کرتے شرم محسوس ہوتی تھی کہ کسطرح حضور سے عرض کیا جائے -

دو تین راتیں میں دعا کرتا رہا کہ خدایا میں گنہگار اور عاجز ہوں۔ مجھے الہام کہاں ہو سکتا ہے۔ میرے بزرگ جو اوپر رہتے ہیں تو ان کو اس معاملہ کے متعلق تحریک کر۔

ان دنوں مفتی محمد صادق صاحب روزانہ ڈائری لینے کے لئے آتے تھے۔ میں بھی روز دیکھ لیتا تھا۔ تیسرے یا چوتھے روز میں نے ڈائری دیکھی۔ اس میں ایک یہ بھی الہام درج تھا کہ بہتر ہے اور نکاح کر لو۔ اس الہام کے نیچے لکھا تھا معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس کی نسبت ہے۔ غرض میں الہام پڑھ کر ہنس پڑا۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ کہ تم کیوں ہنسے؟ مگر میں نے ٹال دیا۔ میں سمجھ گیا۔ کہ یہ میری دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ حضور کو یہ الہام ہوا۔

مولوی عبداللہ صاحب سنوری میرے دوست تھے ان سے بے تکلفی تھی۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے پھر شادی کے بارہ میں حضرت صاحب کو یاد نہیں کرایا۔ مینے کہا کہ مینے تو ذکر نہیں کیا۔ مولوی صاحب کہنے لگے ابھی رقعہ لکھو۔ غرض حضور علیہ السلام کو رقعہ لکھا۔ حضور فوراً باہر تشریف لے آئے۔ اوپر معزز مہمانوں کا باورچی خانہ تھا۔ حضور صحن میں ٹہلنے لگ گئے مولوی عبداللہ صاحب نے مجھے کہنی ماری کہ حضرت صاحب سے کہو۔ میں نے کہا تم کہو۔ خیر حضور سے ذکر ہوا۔ حضور نے فرمایا کتنے سال ہو گئے ہیں؟ مینے عرض کیا پانچ سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔

آپ ٹہلتے ٹہلتے رک گئے اور فرمایا "شاہ صاحب! آپ نے بڑا استقلال دکھایا۔ اب خدا کے نزدیک آپ سچے ہیں۔ آپ دوسرا نکاح کر لیں۔ آپ پھر ٹہلنے لگ گئے اور عین اسی جگہ جہاں پہلے ٹھہر گئے تھے رک کر فرمایا آپنے کوئی جگہ تجویز بھی کی ہے؟ میں نے عرض کیا حضور مینے کوئی تجویز نہیں کی۔ آپ پھر عین اسی جگہ ٹہلتے ٹہلتے کھڑے ہو گئے اور فرمایا:۔

آپ کو کس ملک میں پسند ہے۔ کشمیر میں۔ ہندوستان میں۔ پنجاب میں ہم خود خیال رکھیں گے آپ بھی خیال رکھیں

میں نے کہا بہت اچھا۔ مفتی محمد صادق صاحب ظہر کی نماز میں آئے۔ تو فرمایا مفتی صاحب ایک نوٹ اخبار میں شائع کر دیں۔ آپ کا نام نہ ہو بلکہ حالات ہوں۔

مفتی صاحب نے ایک لمبا نوٹ لکھ کر حضرت صاحب کو دکھایا۔ آپنے سر ہلایا اور فرمایا اس طرح نہیں کاغذ لاؤ ہم خود لکھیں گے۔

حضور نے کاغذ قلمدوات لے کر اسی وقت نوٹ لکھا کہ ایک معزز شخص ریاست میں ملازم ہے اس کو نکاح ثانی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی صاحب چاہیں تو ہم سے خط و کتابت کریں۔ پھر آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا جو خط آئینگے ہم رجسٹری کر کے آپ کو بھیجدینگے آپ بھی خط رجسٹری ہی بھیجیں۔

میرے جانے کے بعد روزانہ بہت سے خطوط آتے۔ حضور وہ مجھ کو بھیج دیتے۔ اور میں اپنے بڑے بھائی سید فضل شاہ صاحب کو دیتا کہ آپ مختار ہیں۔ جس جگہ کو مناسب سمجھیں لکھدیں۔ غرض ہندوستان سے بھی خط آئے۔ پنجاب سے بھی آئے۔ کشمیر سے بھی آئے۔

ایک دن حضرت ام المومنین نے حضرت صاحب سے فرمایا کہ آپ سید ناصر شاہ صاحب کی شادی کی فکر میں ہیں مگر آپ کے پاس مرزا یعقوب بیگ صاحب کی ہمشیرہ ہے آپنے دیکھی ہوئی ہے۔ ان سے شادی کرا دو۔ حضور علیہ السلام نے یہ بات مجھے لکھی کہ گھر میں اس طرح کہا گیا ہے اس کے متعلق آپ اپنی رائے لکھیں۔ میں نے وہ چھٹی بھی بھائی صاحب کو دیدی۔ بھائی صاحب نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ جگہ ٹھیک ہے۔ مینے کہا کہ پھر حضور کو لکھدو۔ حضور کو اطلاع دیدی گئی۔ میں پانچ دس روز کی چھٹی لے کر آ گیا۔ حضور کو خیال تو تھا ہی۔ آپنے مرزا یعقوب بیگ صاحب سے کہا کہ اس طرح ضرورت ہے آپ کا کیا خیال ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضور میرا جان و مال آپ پر قربان ہے۔ حضور کو اختیار ہے۔ جو حضور کی مرضی ہے سو کریں۔ پھر حضرت صاحب نے مفتی صاحب سے کہا کہ ناصر شاہ سے کہدو کہ انھوں نے منظور کر لیا ہے۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی آئے ہوئے ہیں اور شاہ صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔ بہتر ہے کہ نکاح ہو جائے۔ غرض نکاح ہو گیا

نکاح کے بعد یا تو ایک اولاد بھی نہ ہوتی تھی۔ یا پھر خدا کے فضل سے دس بچے ہوئے

اسوقت چار لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں

تین چار بچے فوت بھی ہو گئے ہیں۔

یہ حضور کی دعا اور کوشش کا نتیجہ ہے

روایات حافظ محمد ابراہیم صاحب امام مسجد دار الفضل

سجدہ آدم کا فلسفہ

گورداسپور میں ایک دن حضور بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ قرآن شریف میں جو یہ آتا ہے کہ حضرت آدم کو فرشتوں نے سجدہ کیا اس کا کیا مطلب ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ بات آدم تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے اور یہ سجدہ اب بھی ہو رہا ہے جس قدر اجرام سماوی ہیں کیا سورج کیا چاند اور کیا بڑے بڑے ستارے اور سیارے تمام اپنی روشنیاں اور تاثیریں زمین پر ڈال رہے ہیں یہی ان کے سجدے ہیں اور ہر ایک اجرام سماوی کا موکل ایک فرشتہ ہے۔ جو اس کے اوپر حکمران ہے۔ ہر زمین کے اوپر انکی تاثیرات اور ان کی شعاؤں کا پڑنا اور زمین کا انکی تاثیرات کو قبول کرنا یہی سجدہ ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتو آدم کو سجدہ کرو۔ آدم جو ہے وہ زمین کی مخلوقات میں سے ایک اعلیٰ مخلوق ہے۔ اس کے کام میں یعنی اس کی بہتری میں لگ جاؤ۔ آپنے فرمایا شیطان نے جو سجدے سے انکار کیا اور اس نے کہا کہ میں آگ کی مخلوق میں سے ہوں۔ اس لئے میں سجدہ نہیں کرتا۔ آگ کی خاصیت ہے کہ اسکا شعلہ اوپر کو اٹھتا ہے اور نورانی اجرام کی خاصیت ہے کہ ان کی شعاعیں اوپر سے نیچے کو گرتی ہیں۔ اسلئے شیطان سے جو کچھ سرزد ہوا وہ اپنی اس خاصیت کے ماتحت تھا۔ جو آگ میں پائی جاتی ہے۔ اور آپنے فرمایا:۔

جب تک اہل زمین ہیں تب تک یہ سجدہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ یہ کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔

(۲)

شیطان اور اسکی موت

پھر ایک دن آپ قادیان میں ہی مسجد مبارک میں تشریف لائے تقریباً ۹ یا دس بجے کا وقت ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کو بھی بلایا۔ اور بھی کچھ دوست تھے۔ اس مضمون پر آپنے پھر تقریر شروع فرمائی۔

شیطان اور آدم کا قصہ جو قرآن شریف میں آیا ہے اور شیطان سے کہا ہے کہ مجھے اٹھائے جانیوالے دن تک مہلت دیجائے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب لوگ اٹھائے جائینگے۔ تب شیطان مریگا آسمان اور زمین ہر چیز فنا ہو جائیگی۔ اور وہ کمبخت پھر بھی ہلاک نہیں ہوگا۔ اور جب لوگ اٹھینگے تب اس کے مرنے کی باری آئے گی آپنے فرمایا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک انسانی بعثت کا وقت ہوتا ہے۔ خدا کے علم میں اس کا شیطان مرجاتا ہے۔ اس سے پہلے پہلے وہ انسان کو بری ترغیبیں دے سکتا ہے اور جس ترقی کو انسان چاہتا ہے اس میں روک بن سکتا ہے۔ مگر جب انسان کی تکمیل کا وقت آجائے اور اس کو خدا کی طرف بعثت ہو۔ اسوقت اس کا شیطان مر جاتا ہے۔ پھر اس میں طاقت نہیں رہتی کہ وہ اسکو اسکے مقام سے نیچے گرا سکے۔ اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ آخری زمانہ میں شیطان مر جائے گا۔ یعنی لوگوں کو اپنی حقیقی ترقیاں معلوم ہو جائینگی۔ اور علمی ذرائع پیدا ہو جائیں گے اور لوگ اسقدر جلد ترقیاں کریں گے کہ شیطان اپنے منصوبوں میں ناکام ہو جائے گا۔ اور یہی اسکی موت ہے فرمایا یہ زمانہ فرشتوں اور شیطان کی آخری جنگ کا ہے اور پہلے انبیاء نے بھی اس کی پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ کہ آخری زمانہ میں فرشتوں اور شیطان کی آخری جنگ ہوگی جس میں شیطان مارا جائے گا۔ اور ملائکہ کی افواج فتحمند ہوں گی۔ آپ نے فرمایا:۔

وہ ہمارا زمانہ ہے۔ جس میں شیطان کی موت مقدر ہو چکی ہے۔ مگر وہ وقت خدا کے علم میں ہے کہ حق کو غلبہ کسوقت دے گا۔ اور باطل کو وہ کس وقت مغلوب کرے گا۔ یہ اس کے ارادے کی بات ہے۔ مگر یہ ہمکو علم پہنچ چکا ہے کہ وہ زمانہ یہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۲۱ و ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء)

ہم تیار ہیں کہ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ صلح کر لیں میرے پاس ایک تھیلہ اُن کی گالیوں سے بھرے ہوئے کاغذات کا پڑا ہے۔ ایک نیا کاغذ آیا تھا وہ بھی آج میں نے اس میں داخل کر دیا ہے۔ مگر ان سب کو ہم جانے دیتے ہیں۔ اپنی جماعت کے ساتھ اگرچہ میری ہمدردی خاص ہے۔ مگر میں سب کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں۔ مخالفین کے ساتھ بھی میری ہمدردی ہے۔ جیسا کہ ایک حکیم تریاق کا پیالہ مریض کو دیتا ہے۔ کہ وہ شفا پاوے۔ مگر مریض غصہ میں آ کر اس پیالہ کو توڑ دیتا ہے۔ تو حکیم اس پر افسوس کرتا ہے۔ اور رحم کرتا ہے۔ ہمارے قلم سے مخالفت کے حق میں جو کچھ الفاظ سخت نکلتے ہیں۔ وہ محض نیک نیتی سے نکلتے ہیں جیسا ماں بچہ کو کبھی سخت الفاظ بولتی ہے۔ مگر اس کا دل درد سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ صادق اور کاذب کا معاملہ خدا کے نزدیک ایک نہیں ہوتا۔ خدا جس کو محبت کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ اس کا ایک سلوک نہیں ہوتا۔ کیا سب کے ساتھ اس کا معاملہ ایک ہی رنگ کا ہے مخالفین ہم سے صلح کر لیں۔ ملنا جلنا شروع کر دیں بیشک اپنے اعتقاد پر رہیں۔ ملاقات سے اصلی حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ امرتسر کے بعض مخالف سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کے منکر ہیں اور شراب پیتے ہیں ایسی بدظنی کا سبب یہی ہے کہ وہ ہم سے بالکل الگ ہو گئے ہیں۔ اس قسم کا انقطاع تو کمزور لوگ کرتے ہیں کہ بالکل الگ ہو جائیں الحق یعلوا ولا یعلیٰ تم ہم سے ڈرتے کیوں ہو۔ اگر ہم حقیر ہیں تو تم ہم پر غالب آ جاؤ گے۔ اگر صلح بھی نہیں کرتے۔ تو پھر مقابلہ میں آنا چاہیئے۔ مقابلہ کیوقت خدا صادق کی مدد کرتا ہے

کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۱ تاریخ تقریر ۱۵ مارچ ۱۹۰۱ء)

ایک حق جو اور حضرت اقدس

ایک حق جو جس نے شیخ مولا بخش صاحب کو ایک مرتبہ جلسہ اعظم مذاہب والا مضمون پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ میرے دل میں کشمکش پیدا ہو رہی تھی۔ اب وہ میری آرزو پوری ہوئی ہے۔ اور میں اپنی زندگی کو بنانا چاہتا ہوں۔ اسی غرض کیواسطے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس پر حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں ارشاد فرمایا۔

حقیقت یہی ہے کہ انسان کو پوست اور چھلکے پر ٹھیرنا نہیں چاہیئے۔ اور نہ انسان پسند کرتا ہے کہ وہ صرف پوست پر قناعت کرے۔ بلکہ وہ آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ اور اسلام انسان کو اسی مغز اور روح پر پہنچانا چاہتا ہے۔ جس کا وہ فطرتاً طلبگار ہے یہ نام ہی ایسا نام ہے کہ اس کو سُن کر روح میں ایک لذت آتی ہے۔ اور کسی مذہب کے نام سے کوئی تسلی روح میں پیدا نہیں ہوتی۔ مثلاً آریہ کے نام سے کونسی روحانیت نکالیں۔ اسلام سکینت اور تسلی کے لئے بنایا گیا ہے جس کے واسطے انسان کی روح بھوکی پیاسی ہوتی ہے۔ تاکہ اس کا نام سننے والا سمجھ لے کہ اس مذہب کا سچے دل سے ماننے والا اور اس پر عمل کرنے والا خدا کا عارف ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر انسان چاہے کہ ایک دم میں سب کچھ ہو جاوے۔ اور معرفت الٰہی کے اعلیٰ مراتب یکدفعہ پہنچ جاوے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں ہر ایک کام تدریج سے ہوتا ہے۔ دیکھو کوئی علم و فن ایسا نہیں جس کو انسان تامل اور توقف سے دیکھتا ہو۔ ضروری ہے کہ سلسلہ وار مراتب کو طے کرے۔ دیکھو زمیندار کو زمین میں بیج بو کر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اول وہ اپنی عزیز شے اناج کو زمین میں ڈالدیتا ہے۔ جس کو فوراً جانور چگ جائیں یا مٹی کھالے۔ یا کسی اور طرح ضائع ہو جاوے۔ مگر تجربہ اس کو تسلی دیتا ہے کہ نہیں ایک وقت آتا ہے کہ یہ دانے جو اسطرح پر زمین کے سپرد کئے گئے ہیں بارور ہونگے۔ اور یہ کھیت سرسبز لہلہاتا ہوا نظر آئے گا۔ اور یہ خاک آمیختہ بیج رزق بن جائیں گے۔

اب آپ غور کریں کہ دنیاوی اور جسمانی رزق کیلئے جس کے بغیر کچھ دن آدمی زندہ رہ سکتا ہے۔ چھ مہینے درکار ہیں۔ حالانکہ وہ زندگی جس کا مدار جسمانی رزق پر ہے ابدی نہیں بلکہ فنا ہونیوالی ہے۔ پھر روحانی رزق جو روحانی زندگی کی غذا ہے۔ جس کو کبھی فنا نہیں۔ اور وہ ابدالآباد کے لئے رہنے والی ہے۔ دو چار دن میں کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ایک دم میں جو چاہے کر دے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کے نزدیک کوئی چیز انہونی نہیں ہے۔ اسلام نے ایسا خدا پیش ہی نہیں کیا۔ جو مثلاً آریوں کے پیش کردہ پرمیشر کی طرح نہ کسی روح (جیو) کو پیدا کر سکے نہ مادہ کو اور نہ اپنے طلبگاروں کو اور صادقوں کو سچی شانتی اور ابدی مکتی دے سکے۔ نہیں بلکہ اسلام نے وہ خدا پیش کیا ہے۔ جو اپنی قدرتوں اور طاقتوں میں بے نظیر اور لاشریک خدا ہے مگر ہاں اس کا قانون یہی ہے کہ ہر ایک کام ایک ترتیب اور تدریج سے ہوتا ہے۔ اسلئے صبر اور حسن ظن سے اگر کام نہ لیا جاوے تو کامیابی مشکل ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ پہلے بزرگ پھونک مار کر آسمان پر پہنچا دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ تم غلطی کرتے ہو۔ خدا تعالیٰ کا یہ قانون نہیں ہے۔ اگر ایک مکان میں فرش کرنے لگو تو پہلے ضروری ہو گا کہ اس میں کوئی حصہ قابل مرمت ہو تو اس کی مرمت کرنی پڑیگی۔ اور جہاں جہاں گندگی اور ناپاکی پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کو فنائل وغیرہ سے صاف کیا جاتا ہے۔ غرض بہت سی تدبیر دل اور حیلوں کے بعد وہ اس قابل ہو گا کہ اس میں فرش بچھایا جائے۔ اسی طرح پر انسان کا دل اس سے پیشتر کہ خدا تعالیٰ کے رہنے کے قابل ہو وہ شیطان کا تخت ہے۔ اور سلطنت شیطان میں ہے۔ اب دوسری سلطنت کے لئے اس شیطانی سلطنت کا قلع قمع ضروری ہے۔ نہایت ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو حق کی طلب میں نکلے۔ اور پھر حسن ظن سے کام نہ لے۔ ایک کمہار ہی کو دیکھو کہ اس کو مٹی کا برتن بنانے میں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ دھوبی ہی کو دیکھو کہ وہ ایک ناپاک اور میلے کچیلے کپڑے کو جب صاف کرنے لگتا ہے۔ تو کسقدر کام اس کو کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی کپڑے کو بھٹی پر چڑھاتا ہے کبھی اس کو صابن لگاتا ہے۔ پھر اس کی میل کچیل کو مختلف تدبیروں سے نکالتا ہے آخر وہ صاف ہو کر سفید نکل آتا ہے اور جس قدر میل اس کے اندر ہوتی ہے سب نکل جاتی ہے۔ جب ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے لئے اسقدر صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔ پھر کسقدر نادان ہے وہ شخص جو اپنی زندگی کی اصلاح کیواسطے اور دل کی غلاظتوں اور گندگیوں کو دور کرنے کے لئے یہ خواہش کرے کہ یہ پھونک مارنے سے نکل جائیں۔ اور قلب صاف ہو جائے۔

یاد رکھو اصلاح کے لئے صبر شرط ہے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ تزکیہ اخلاق اور نفس کا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ کسی مزکی نفس انسان کی صحبت میں نہ رہے۔ اول دروازہ جو کھلتا ہے وہ گندگی دور ہونے سے کھلتا ہے۔ جن پلید چیزوں کو مناسبت ہوتی ہے وہ اندر رہتی ہیں۔ لیکن جب کوئی تریاقی صحبت مل جاتی ہے تو اندرونی پلیدی رفتہ رفتہ دور ہونی شروع ہوتی ہے کیونکہ پاکیزہ روح کے ساتھ جس کو قرآن کریم اور اسلام کی اصطلاح میں روح القدس کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ تعلق نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ مناسبت نہ ہو۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تعلق کب تک پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاں ع

خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی

پر عمل ہونا چاہیئے۔ اپنے آپ کو اس راہ میں خاک کر دے اور پورے صبر اور استقلال کے ساتھ اس راہ میں چلے۔ آخر اللہ تعالیٰ اس کی سچی محنت کو ضائع نہیں کریگا۔ اور اس کو وہ نور اور روشنی عطا کرے گا۔ جس کا وہ جویا ہوتا ہے۔ میں تو حیران ہو جاتا ہوں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان کیوں دلیری کرتا ہے۔ جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا ہے

میں نے جس شخص کا ذکر کیا ہے اس نے مجھ سے کہا کہ پہلے بزرگ پھونک مار کر غوث و قطب بنا دیتے تھے۔ میں نے اس کو یہی کہا کہ یہ درست نہیں ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون نہیں ہے۔ تم مجاہدہ کرو۔ تب اللہ تعالیٰ اپنی راہیں تم پر کھولے گا۔ اس نے کچھ توجہ نہ کی اور

[...] کے بعد وہ پھر میرے پاس آیا
[...] پہلی حالت سے بھی ابتر پایا۔ غرض انسان
[کی] بدقسمتی یہی ہے۔ کہ وہ جلدی کا قانون تجویز کر
لیتا ہے۔ اور جب دیکھتا ہے۔ کہ جلدی کچھ
نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں تو
تدریج اور تربیت ہے۔ تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ دہریہ ہو جاتا ہے۔ دہریت کا پہلا زینہ
یہی ہے میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ یا تو بڑے بڑے
دعوے اور خواہشیں پیش کرتے ہیں کہ یہ ہو جائیں
اور وہ بن جائیں۔ اور یا پھر آخر ارزل زندگی کو
قبول کر لیتے ہیں

ایک شخص میرے پاس کچھ مانگنے آیا۔ جوگی تھا۔
اس نے کہا کہ میں فلاں جگہ گیا۔ فلاں مرد کے پاس
گیا۔ آخر اس کی حالت اور انداز گفتگو سے۔ یہ
ثابت ہوتا تھا کہ مانگ کر گذارہ کر لینا چاہیئے
اصل اور سچی بات یہی ہے کہ صبر سے کام لیا جائے
سعدی نے کیا خوب کہا ہے ؎

گر نباشد بدوست راہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

اللہ تعالیٰ تو آخیر حد تک دیکھتا ہے۔ جس کو کچا
اور غدار دیکھتا ہے۔ وہ اس کی جناب میں راہ نہیں
پا سکتا ؎

طلبگار باید صبور و حمول
کہ نشنیدہ ام کیمیاگر ملول

کیمیاگر باوجودیکہ جانتا ہے کہ اب تک کچھ بھی نہیں
ہوا۔ لیکن پھر بھی صبر کے ساتھ اس پھونکا پھانکی
میں لگا ہی رہتا ہے۔ میرا مطلب اس سے یہی ہے۔ کہ
اول صبر کی ضرورت ہے۔ جس کے ساتھ اگر رشد
کا مادہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ اصل غرض
تو یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت پیدا ہو۔ لیکن میں
کہتا ہوں کہ محبت تو ایک دوسرا درجہ ہے یا نتیجہ
ہے۔ سب سے اول تو ضروری یہ بات ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ کے وجود پر بھی یقین پیدا ہو۔ اس کے بعد روح
میں خود ایک جذب پیدا ہو جاتا ہے۔ جو خود بخود اللہ تعالیٰ
کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ جس جس قدر معرفت اور بصیرت
بڑھے گی اسی قدر لذت اور سرور بڑھتا جائیگا۔ معرفت
کے بغیر تو کبھی لذت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ذوق و شوق کا
اصل مبداء تو معرفت ہی ہے۔ معرفت ہی ایک شے ہے
جس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ معرفت اور محبت کے
اجتماع سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ سرور ہوتا ہے۔
یاد رکھو کہ کسی خوبصورتی کا محض دیکھ لینا ہی تو محبت پیدا نہیں
کر سکتا۔ جب تک اس کے متعلق معرفت نہ ہو۔ یقیناً سمجھو
کہ محبت بدوں معرفت کے محال ہے۔ جو محبوب ہے
اس کی معرفت کے بغیر محبت کیا؟ یہ ایک خیالی بات
ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو ایک عاجز انسان کو خدا
سمجھ لیتے ہیں۔ بھلا وہ خدا میں کیا لذت پا سکتے ہیں۔
جیسے عیسائی ہیں کہ حضرت مسیح کو خدا بنا رہے ہیں۔
اور اسپر خدا محبت ہے خدا محبت ہے پکارتے
پھرتے ہیں۔ ان کی محبت حقیقی محبت نہیں ہو سکتی
ایک ادعائی اور خیالی محبت ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ
کی بابت ان کو سچی معرفت ہی نصیب نہیں ہوئی۔

پس سب سے پہلے پھر یہ ضروری ہے کہ اول تصحیح عقیدہ کرے
ہندو کچھ اور پیش کرتے ہیں۔ عیسائی کچھ اور ہی دکھاتے ہیں
چینی کچھ اور ہی خدا کو پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا وہی خدا
ہے جو بلیغ قرآن کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے
جب تک اس کو شناخت نہ کیا جائے۔ خدا کے ساتھ
کوئی تعلق اور محبت پیدا نہیں ہو سکتی نرے دعوے سے تو
کچھ نہیں بنتا۔

(از الحکم ۱۲ر مارچ ۱۹۰۱ء)

پس جب عقیدہ کی تصحیح ہو جاوے۔ تو دوسرا
مرحلہ یہ ہے کہ نیک صحبت میں رہ کر اس معرفت کو ترقی
دی جاوے اور دعا کے ذریعہ بصیرت مانگی جاوے
جس جس قدر معرفت اور بصیرت بڑھتی جائے گی
اسی قدر محبت میں ترقی ہوتی جائے گی۔
یاد رکھنا چاہیئے کہ محبت بدوں معرفت کے
ترقی پذیر نہیں ہو سکتی۔ دیکھو انسان ٹین یا لوہے
کے ساتھ اسقدر محبت نہیں کرتا۔ جس قدر تانبے
کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر تانبے کو اس قدر عزیز
نہیں رکھتا جتنا چاندی کو رکھتا ہے اور سونے کو
اس سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ ہیرے
اور دیگر جواہرات کو اور بھی عزیز رکھتا ہے۔ اسکی
وجہ کیا ہے؟ یہی کہ اسکو ایک معرفت ان دھاتوں
کی بابت ملتی ہے۔ جو اس کی محبت کو بڑھاتی ہے۔
پس اصل بات یہی ہے کہ محبت میں ترقی اور
قدر و قیمت میں زیادتی کی وجہ معرفت ہی ہے۔ اس سے
پیشتر کہ انسان سرور اور لذت کا خواہشمند ہو
اس کو ضروری ہے کہ وہ معرفت حاصل کرے۔ لیکن سب سے
ضروری امر جس پر ان سب باتوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے
وہ صبر اور حسن ظن ہے۔ جب تک ایک حیران
کر دینے والا صبر نہ ہو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔
جب انسان محض حق جوئی کے لئے تھکا دینے والے
صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سعی اور مجاہدہ کرتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدے کے
موافق اس پر ہدایت کی راہ کھولدیتا ہے

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

یعنی جو لوگ ہم میں ہو کر سعی اور مجاہدہ کرتے ہیں۔ آخر ہم انکو
اپنی راہوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ان پر دروازے
کھولے جاتے ہیں۔ یہ سچی بات ہے۔ جو ڈھونڈتے ہیں
وہ پاتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص ہمارے پاس آتا ہے۔ اور
کھڑا کھڑا بات کر کے چل دیتا ہے۔ وہ گویا خدا سے
ہنسی کرتا ہے۔ یہ خدا جوئی کا طریق نہیں ہے۔ اور
نہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا قانون مقرر کیا ہے۔
پس اول شرط خدا جوئی کے لئے سچی طلب ہے
دوسری صبر کے ساتھ اس طلب میں لگے رہنا۔
یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر عمر زیادہ ہوتی
جاتی ہے۔ اسی قدر تجربہ بڑھتا جاتا ہے۔ پھر معرفت
کے لئے زیادہ دیر تک صحبت میں رہنا ضروری
ہوا۔ یا نہیں۔
میں نے بہت سے آدمی دیکھے ہیں۔ جو ابتدائی
عمر میں دنیا کو ترک کرتے اور چیختے اور چلاتے ہیں۔

آخر ان کا انجام یہ دیکھا گیا کہ وہ دنیا میں منہمک پائے
گئے۔ اور دنیا کے کیڑے بن گئے
دیکھو بعض درختوں کو شروع۔ پھل لگا کرتے ہیں۔
جیسے شہتوت کے درخت کو عارضی طور پر ایک پھل لگ کر
آخر وہ سارے کا سارا گر جاتا ہے۔ اس کے بعد
اصل پھل آتا ہے
اسی طرح پر خدا جوئی بھی عارضی طور پر اندر پیدا ہوتی
ہے۔ اگر صبر اور حسن ظن کے ساتھ صدق قدم نہ
دکھایا جاوے۔ تو وہ عارضی جوش ایک وقت میں
آکر یہی نہیں کہ فرو ہو جاتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے دل سے
محو ہو جاتا ہے۔ اور دنیا کا کیڑا بنا دیتا ہے۔ لیکن اگر
صدق و ثبات سے کام لیا جاوے تو اس عارضی
جوش اور حق جوئی کی پیاس کے بعد واقعی اور
حقیقی طور پر ایک طلب اور خواہش پیدا ہوتی ہے
جو دن بدن ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی
راہ میں اگر مشکلات اور مصائب کا پہاڑ بھی آ جاوے
تو وہ کچھ پروا نہیں کرتا۔ اور قدم آگے ہی بڑھاتا جاتا ہے
پس وہ انسان جو اس جوش اور خواہش کے وقت
صبر سے کام لے اور یہ سمجھ لے کہ اس کو آخر عمر تک
نبھانا ہے۔ وہ بہت ہی خوش طالع ہوتا ہے اور
جو چند تجربہ کر کے رہ جاتا ہے۔ اور تھک کر بیٹھ
رہتا ہے۔ تو اس کے ہاتھ میں حرف آشنائی رہ جاتا ہے
کہ وہ کہتا پھرتا ہے کہ میں نے بہت سے باتونی دیکھے
اور دکاندار پائے ایک بھی حق نما اور خدا نما نہ ملا۔
پس میری تو یہ نصیحت ہے میں نہیں جانتا (کہ ہر ایک
جو میرے پاس آتا ہے۔ اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ خدا
کے لئے آیا ہے اور خدا کو پانا چاہتا ہے) اس کا کیا
حال ہے اس کی نیت کیسی ہے
مگر میں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کی تلاش
میں قدم اٹھاوے۔ سب سے اول اس کو لازم ہے
کہ وہ صحیح عقائد لے۔ یہ معلوم کرے کہ وہ کس
خدا کو پانا چاہتا ہے۔ آیا اس خدا کی تلاش میں
وہ ہے۔ جو واقعی دنیا کا خالق و مالک خدا ہے اور
تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام بدیوں
اور نقائص سے مبرا ہے۔ یا کسی عورت کے بچے
خدا کی تلاش میں ہے یا ایسے ہی کمزور اور ناتوان
۳۳ کروڑ خداؤں کا جویا ہے۔
کیونکہ اگر اصلی محبوب اور مقصود کنارے پر ہی پڑا ہے
تو سمندر میں غوطہ زنی سے کیا حاصل
میں مثال کے طور پر کہتا ہوں۔ مثلاً عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح
ابن مریم جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اسطرح جس
طرح عام انسان پیدا ہوتے ہیں۔ اور کھاتا پیتا۔ ہگتا موتتا
رہا وہ خدا ہے۔ اب یہ تو ممکن ہے کہ ایک شخص کو اس سے
محبت ہو۔ لیکن انسانی دانش یہ کبھی تجویز نہیں کرتی
کہ ایسا کمزور اور ناتواں انسان خدا بھی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ
عورتوں کے پیٹ سے بھی خدا پیدا ہوا کرتے ہیں۔
جبکہ پہلا ہی قدم باطل پر پڑا ہے تو دوسرے
قدم کی حق پر پڑنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

(باقی)

مومنین کا بے نظیر اجتماع — دُعاؤں اور عبادتوں کا شہر

محبت واخلاص کا بے پایاں سمندر ۔ خداتعالیٰ کی تائیدات اور نصرت کے عریاں مشاہدات ۔ وفاداری و عقیدت کا لامتناہی جذبہ

یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا دلربا منظر

گذشتہ سال حضرت والد صاحب قبلہ قادیان میں تشریف فرما تھے انھوں نے سالانہ جلسہ کے دلفریب نظاروں کا خود اس بصارت اور بصیرت سے معائنہ کیا جس کا مشاہدہ مشترکین الحکم نے الحکم ۱۹۳۴ء میں دیکھا میری تو نہ وہ وسعت نظر ہے اور نہ ہی استعداد زور قلم اس عنوان کے ماتحت لکھتے ہوئے میری کمزوری مجھے اپنا احساس کرا رہی ہے تاہم میں بحیثیت اخبار نویس کے مجبور ہوں کہ اپنے مشاہدات پبلک کے سامنے رکھوں :-

اس سال کے جلسے کا امتیاز

ہمارے اس جلسہ کی تاریخ جیسے گزشتہ سال کے الحکم میں لکھا گیا تھا بہت پُرانی ہے ۔ یعنی سب سے پہلا اجتماع احمدیت کی تاریخ میں ۱۸۹۳ء یعنی آج سے نصف صدی قبل ہوا۔ اسوقت سے لے کر آجتک احباب بدستور قادیان میں ان ایام میں آتے رہے ۔ اور حالات کے ساتھ ساتھ اس نسبت میں بیشی ہوتی رہی ۔ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آخری اجتماع ۱۹۰۷ء میں ہوا۔ اور وہ مسجد اقصیٰ میں ہوا ۔ جس میں اسوقت کوئی توسیع نہ ہوئی تھی ۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدرسہ احمدیہ کے صحن میں اور مسجد نور میں اجتماع ہوتا رہا ۔ خلافت ثانیہ میں مسجد نور کے وسیع صحن سے باہر نکل کر کھلے میدان میں ہونے لگا ۔ اور اب یہ میدان ہر سال باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو رہا ہے ۔ اس سال بھی یہ جلسہ گذشتہ سالوں کی طرح دارالعلوم کے میدان میں ۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کی عالیشان سر بفلک عمارت کے سامنے ہوا ۔ اس سال کے سالانہ جلسے کو گذشتہ سالوں کے جلسے پر ایک خاص امتیاز تھا ۔ جو یہ تھا کہ جماعت کو اس سال دشمنان سلسلہ نے سلسلہ کے مرکز میں آکر سلسلہ کے مٹا دینے کی دھمکیاں دیں انھوں نے ہمارے مقامات مقدسہ کے گرانے کا شوق ظاہر کیا اور ہمارے مطاع اور سید مولیٰ کی ذات بابرکات پر ظالمانہ حملے کئے ۔ اس طرح انھوں نے جماعت کو ایک قسم کا چیلنج دیا اور جماعت کو مجبور کیا وہ اپنے رویہ سے بتائے کہ اس کو اس مقام سے کیا تعلق ہے اور اس ذات سے کسقدر الفت جو ان کے دلوں کی مالک اور حکمران ہے ۔ ادھر حکومت کے بعض ایسے افسروں نے ان مجرمانہ ذہنیت کے لوگوں کی ایسی پیٹھ ٹھونکی ۔ جو یقیناً حکومت کی درپردہ دشمنی کا رنگ رکھتی تھی ۔ ان لوگوں نے ایک ایسا متعصبانہ جال پھیلایا جس کی وجہ سے حکومت کے بعض ذمہ دار افسر بھی غلطی کا شکار ہوئے ۔ اور انھوں نے اس جماعت کی سنہری روایات کے خلاف جماعت اور جماعت کے امام پر خطرناک الزامات لگا دیئے ۔ اس فتنہ کو دیکھ کر جسے بالشویک ایجنٹوں کے ایک گروہ اور حکومت کے بعض افسروں نے ملکر پیدا کیا تھا ۔ حضرت امام نے غریب قوم سے بہت سے مطالبات کئے تھے ۔ ان مطالبات میں فوری مطالبہ ستائیس ۲۷ ہزار کا مطالبہ تھا ہماری قوم ایک غریب اور نادار قوم ہے ۔ ہندوستان کے طول و عرض میں اس کے خلاف خطرناک ایجی ٹیشن عرصہ سے پھیلایا جا رہا ہے ۔ جس کی وجہ سے ہماری تجارت ہماری زراعت ہمارے کاروبار پر خطرناک اثر پڑ رہا ہے ۔ اور یہ زائد اور خاص اثر ہے جو علاوہ اس اثر کے پڑ رہا ہے جو اقتصادی طور پر ہر ایک شخص پر ہے ۔ ان دوگونہ مالی مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے ۔ جماعت جو سالانہ مالی قربانی کرتی ہے وہ خود اپنی آپ نظیر ہوتا ہے ۔ جماعت کے نمائندے سالانہ بجٹ جو تجویز کرتے ہیں وہ اپنی طاقت سے زیادہ تجویز کرتے ہیں ۔ اور پھر اسی سال میں پورا کرتے ہیں

اس کے سوا جماعت سینکڑوں فوری تحریکات میں حصہ لے کر ہندوستان کی تمام جماعتوں میں اپنا شاندار ریکارڈ پیدا کرتی ہے ۔

سیرت النبی کے جلسوں پر سالانہ پچاس ہزار روپیہ سے کم کسی صورت میں خرچ نہیں ہوتا ۔ پھر سال میں دو دن تبلیغ کے جو تمام جماعت پر فرض ہیں ان کا خرچ بھی ایک لاکھ سے کم نہیں ۔ اس کے ماسوا کشمیر کی ضرورت نکلے تو ۔ بہار میں زلزلہ آئے تو ۔ مالا بار میں موپلوں پر دقت آئے تو ۔ ملکانہ میں ارتداد ہو تو جماعت احمدیہ کا قدم سب سے آگے ہی ہوتا ہے

الغرض

اس بجٹ کی رقم کے جمع کر دینے کے بعد بھی جماعت کو بیسیوں مدات میں لاکھوں روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے اور اگر میں مبالغہ نہیں کرتا تو بے شمار احمدی ایسے ہیں جو اپنی نصف سے زیادہ آمدنی قربان کر کے رکھ دیتے ہیں ۔ اس کے بعد گنجائش نہیں رہتی کہ جماعت کسی مزید بوجھ کو برداشت کرے ۔ اکتوبر ۔ نومبر ۔ دسمبر کے تین مہینوں میں لوگ اپنے اخراجات کو کم کر کے کچھ پس انداز کرنا شروع کر دیتے ہیں ۔ تاکہ سالانہ جلسے پر حاضر ہو سکیں

ایسے وقت میں جبکہ جلسہ میں دو ماہ باقی تھے اس سال یہ جدید آواز اٹھی کہ ۲۷ ہزار روپیہ فوراً داخل خزانہ کر دو ۔ ادھر قوم کے سامنے سالانہ جلسہ کی حاضری کا سوال ہے ۔ مگر قوم ہر طرف لبیک لبیک کہتی اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور ۲۷ ہزار ہی نہیں بلکہ چند دنوں میں

ساٹھ ہزار

دغلہ اور نقدی کی صورت میں پیش کر دیتی ہے ۔ اس عظیم الشان قربانی کے بعد ۔ جبکہ بہت سے لوگوں نے اپنی آمد و رفت کے لئے جمع کیا ہوا کرایہ بھی قربان کر دیا تھا اندیشہ تھا ۔ کہ اس سال کا اجتماع شاید تعداد کے لحاظ سے گذشتہ سالوں تک نہ پہونچ سکے ۔ مگر جماعت نے ان تمام

مشکلات پر عبور حاصل کرتے ہوئے دنیا کے سامنے وہ شاندار ریکارڈ پیش کیا۔ جس کی نظیر قرون اولیٰ کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر قسم کی مشکلات سے منہ موڑ کر جماعت کا

۲۲ ہزار انسان

سلسلہ کے مرکز میں جمع ہو گئے۔ پس ان حالات میں جن میں سے جماعت اس سال گزری ۲۲ ہزار مومنین کا اجتماع کوئی معمولی چیز نہیں۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر سے ہم آنکھیں بند کر کے گزر جائیں۔ بلکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ جو فخر سے ہمارے سر بلند کر دیتا ہے۔

مجھے یقین ہے اگر جماعت کو اس سال اس خرچ کے علاوہ دیگر غیر معمولی حالات میں سے گزرنا نہ پڑتا تو جماعت کا یہ اجتماع چالیس ہزار انسانوں کا اجتماع ہوتا۔

اب بھی ہندوستان میں کشمیر سے لے کر راس کماری تک اور ہندوستان سے باہر افغانستان۔ بیروت اور عرب تک کے لوگ اس تقریب میں شامل ہوگئے تھے

(۲) اس اجتماع کی غرض کیا تھی۔

دنیا میں سینکڑوں اجتماع ہوتے ہیں اور تو اور خود ہندوستان میں دسمبر کے آخری ایام میں بے شمار اجتماع ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ دسمبر کا آخری ہفتہ تو جلسوں کا ہفتہ ہوتا ہے۔ ان کی مختلف اغراض ہوتی ہیں مگر اکثر جلسوں کی غرض کسی دنیاوی مفاد کی ہوتی ہے۔ وہ کانفرنسیں جو تجارتی اغراض سے ہوں۔ یا سیاسی اغراض سے وہ سب دنیاوی اغراض کے ماتحت کہلائیں گے۔ وہ مذہبی جلسے جو خالص توحید پرستی اور حصول تقرب الی اللہ نہیں سکھاتے۔ وہ بھی صحیح غرض کے جلسے نہیں کہلا سکتے۔ اس لحاظ سے اس موسم سرما میں بائیس ہزار انسانوں کا اجتماع جو دور دراز سے سفر کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کر کے بھاگے چلے آ رہے تھے دل میں ایک وجد کی سی کیفیت پیدا کرتا تھا۔ بعض ان میں سے بڑی بڑی رقمیں صرف کر کے آئے تھے۔ قادیان کی زمین میں داخل ہوتے ہوئے ان کے چہرے دفور محبت سے چمک رہے تھے۔ اور ہیں ان کی مسرت کی انتہا کا اندازہ لگانے سے قاصر تھا۔ ایک بہتے ہوئے دریا میں وہ نظارہ ہم کو ملتا تھا جو اس جماعت کی آمد میں تھا۔ وہ ایک ایسا تانتا تھا جو ٹوٹتا نہ تھا۔

ایک نو وارد آدمی جس نے اس نظارے کو کبھی نہ دیکھا ہو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ ان لوگوں کے یہاں آنے اور جمع ہونے کی غرض و غایت کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ صرف خدا کے لئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے جمع ہوئے ہیں تو پوچھنے والے کی حیرت اور استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی

اس لحاظ سے یہ اجتماع جو ۲۲ ہزار انسانوں کے مجموعے کا تھا صرف اس لئے ہندوستان کے ایک گوشے میں ہوا کہ لوگ خدا تعالیٰ اور اس کی رضا کو حاصل کر سکیں اس لحاظ سے یہ ایک حیرت انگیز اجتماع تھا۔ خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ ساری کی ساری دنیا باطل پرستی میں منہمک ہو رہی ہے۔ شیطان اپنی فوجوں کو

راستبازی اور راستبازوں کی جماعت کو مٹانے کے لئے جمع کر رہا ہے۔

خود ہندوستان میں تقریباً نصف صدی سے ایک شیطانی جنگ اس پاک جماعت کے خلاف جاری ہے اور شیطان کے چیلے سلسلہ کی ترقی کے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ سلسلہ کے مرکز میں اتنا بڑا اجتماع ایک طرف مومنین کے حوصلوں کو بہت بلند کر دیتا ہے اور دوسری طرف حق کے دشمنوں کے سینوں کو چھلنی کرتا ہوا ایک حسد کی آگ ان کے سینے میں لگا دیتا ہے

احمدیت کی تاریخ ہمارے سامنے ہے ایک ایک شخص جو اس الٰہی سلسلہ میں داخل ہوا اسے ایک بہت بڑی جنگ کے بعد سلسلہ میں آنا نصیب ہوا۔ گویا ایک ایسا حد فاصل تھا کہ جب کوئی اس حد کو عبور کر جاتا تو فوراً ہی اس کے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کی آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی اور وہ اسے پہچان نہ سکتے اور وہی ماں جس نے اسے جنا تھا اس کیلئے ڈائن بن جاتی اور وہ باپ جو اس کو ناز و نعم سے پالتا تھا اس کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے اور دیگر تمام رشتہ دار اس پر ظلم کرنے میں ایک لذت محسوس کرنے لگتے۔ ان حالات میں بآسانی اندازہ ہو سکے گا کہ ایک خونی گھاٹی اور پر خار دشت ایک مصائب و آلام کے سمندر کو چیر کر ایک خدا پرست انسان کو خدا پرستی کی زمین میں داخل ہونا پڑتا ہے۔

اور یہی وہ زمین ہے جس میں داخل ہو کر انسان تمام مصائب و آلام سے کیا وہ دنیاوی ہوں۔ یا دینی۔ جسمانی ہوں یا روحانی سب سے نجات حاصل کر جاتا ہے۔ اسی لئے

اس زمین کا نام دار الامان ہوا۔

وہ سب خدا کی محبت میں مست ہو کر اس کی یاد میں نغمہ زن ہوئے اور اس کی محبت میں محو ہو گئے اسی لئے خدا تعالیٰ نے اپنے مامور و مرسل کی زبان پر فرمایا

امن است در مکان محبت سرائے ما

پس خدا کی محبت کا وہ قصر امن جس کا نام الہامی زبان میں محبت سرائے رکھا گیا۔ وہ قادیان کی سرزمین میں اس وقت جبکہ دنیا تفریق و تشتت میں مبتلا تھی تعمیر کیا گیا

پس

ان سب لوگوں کی ایک ہی غرض تھی وہ یہ کہ وہ الٰہی سرچشمہ محبت میں مخمور ہو کر فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کے مصداق ہو جائیں۔

(۳)

جلسہ کی تیاریاں

دسمبر کا مہینہ جیسے ہی قادیان میں آتا ہے۔ قادیان میں ایک نئی چہل پہل شروع ہو جاتی ہے اخبارات کے کالموں میں ایک نیا مضمون جگہ لے لیتا ہے جس کا ہیڈنگ سالانہ جلسہ ہے

دوکانداروں کی دوکانوں کی ترتیب اور تصقیل میں ایک جدید سرگرمی نظر آتی ہے۔ بچے بچے کی زبان پر جلسہ کا لفظ چڑھ جاتا ہے۔ سلسلہ کا ہر شخص اپنے آپ کو جلسے کے لئے بطور والنٹیر کے بھرتی کرنے کے لئے جوش اپنے اندر پاتا ہے ہر شخص اپنے مکان کی چیزوں کو سمیٹنے لگتا ہے۔ تاکہ ان خدا پرستوں کو اپنے گھر میں ٹھہرا کر اپنے گھر کو مسیح موعود کے گھر کا ایک حصہ بنا سکے۔ ورنہ یوں کی دوکانوں پر ایک بھیڑ نظر آتی ہے۔ تاکہ وہ لوگ جن کو خدا نے دیا ہے ان دنوں میں صاف ستھرا لباس زیب تن کر سکیں۔

ان دنوں مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ کا ایک اور ہی رنگ ہے۔ سال بھر کا بند کیا ہوا جلسہ کا سامان صاف کیا جا رہا ہے۔ کہیں لمپوں کی درستی ہو رہی ہے۔ کہیں برتنوں پر قلعی کی جا رہی ہے۔ کہیں تندور لگ رہے ہیں۔ کہیں چھپر بنائے جا رہے ہیں۔

الغرض انسانوں کی ایک فوج دن رات مشغول اور منہمک ہے تاکہ آنیوالے مہمانوں کی تواضع کا سامان مہیا کر سکے۔

یہ راستی اور راستبازی کے فرزند جب اس زمین میں وارد ہوتے ہیں تو ان کو زمین پر سونا پڑتا ہے ان کے لئے پرال ... مہیا کرنے کے لئے کچھ لوگ مقرر ہوتے ہیں جس کے گڈے دسمبر کے مہینے میں بھر بھر کر قادیان کے اطراف سے آتے رہتے ہیں۔ پچاسوں گڈے جب بیک وقت قادیان کے گلی کوچوں میں داخل ہوتے تو بعض اوقات گزرنے والوں کو پندرہ منٹ کے لئے روک دیتے۔ اور یہ نظارہ ایک اخبار نویس کو جو حالات کے مطالعہ کرنے کا عادی ہوتا ہے محو حیرت کر دیتا ہے۔

ایک یہ جماعت ہے جو جنگلوں اور ویرانوں میں پھرتی ہے کہ مومنین کے سونے کا انتظام کرے

ایک اور جماعت ہے جو بھاگی پھرتی ہے کہ لوگوں سے مکانوں کا مطالبہ کرے۔

وہ ہر شخص کے دروازے پر جاتے ہیں اور اس سے اس کے مکان کا ایک حصہ مانگتے ہیں۔ جدھر دیکھو منتظم مکانات اپنی پارٹی لے کر منڈلا رہا ہے فہرستیں بن رہی ہیں۔ اور مکانات کے اندازے ہو رہے ہیں اور گنجائشیں نوٹ ہو رہی ہے

جہاں اندر دسمبر آیا ہر ایک صیغہ انچارج اپنے اپنے معاونین کی فوج لے کر بھاگ رہا ہے اور اپنے اپنے کام کو جلد سے جلد مکمل کر لینے کے لئے دوڑ دھوپ کر رہا ہے

الغرض

قادیان کی بستی بالکل بدل جاتی ہے۔

ہر گھر۔ ہر دوکان۔ ہر آدمی۔ ہر صیغہ بالکل بدل جاتا ہے۔

کاروبار کا عالم۔ تصورات کی دنیا۔ مجالس کی گفتگوئیں۔ احادیث الناس۔ الغرض سب کچھ بدل کر ہر ایک کے سامنے ایک ہی چیز رہ جاتی ہے۔ اور وہ

سالانہ جلسہ ہے

(باقی)

تادیب النساء

میں کیوں کر احمدی ہوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیات

حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب سابق ناظر اعلیٰ رضی اللہ عنہ کی حرم محترم کا اپنا بیان

حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق ناظر اعلیٰ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک بہت بلند پایہ بزرگ تھے۔ ان کی ساری زندگی تقویٰ اور طہارت میں گزری۔ ان کا وجود سینکڑوں انسانوں کے لئے ہدایت کا باعث ہوا۔ اور عمر کے آخری حصے میں ہر قسم کے جھگڑوں سے الگ ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کی ایک آواز پر سب کچھ چھوڑ چھاڑ قادیان میں آ بیٹھے۔ اور نہایت تندہی اور اخلاص و وفاداری سے اس خدمت کو جو آپ کے سپرد کی گئی تھی اس وقت تک بخوبی سر انجام دیتے رہے۔ جب تک کہ وہ اپنے محبوب اعلیٰ کو جا نہیں ملے۔ چوہدری صاحب کی حرم محترم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک زندہ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو دیر تک زندہ سلامت رکھے۔ اور پورے طور پر صحت و عافیت سے متمتع فرمائے۔ انھوں نے اپنے احمدی ہونے کے حالات اپنے فرزند ارجمند چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لا کو لکھوائے ہیں۔ چوہدری صاحب موصوف نے نہایت مہربانی سے یہ حالات لکھ کر اخبار الحکم کو دیئے ہیں۔ جن کو میں نہایت شکریہ سے شائع کرتا ہوں۔

حضرت چودھرانی صاحبہ کے حالات سے معلوم ہوگا کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکاشفات کی بنا پر ہوئی ان مکاشفات کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت چودھرانی صاحبہ کو کس قدر صفائی قلب اور مضبوط ایمان عطا فرمایا تھا۔ حضرت چودھرانی صاحبہ نے احمدیت کو حضرت چودھری صاحب رضی اللہ عنہ سے چار یوم قبل حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر قبول کیا۔ اور خلافت ثانیہ پر بھی گیارہ یوم قبل ایمان لاکر اسبقیت کے درجہ کو حاصل کر لیا۔ جو مقام تقویٰ اور طہارت کا چودہری صاحب مرحوم کو حاصل تھا۔ اور جو مقام حضرت چودھرانی صاحبہ کو حاصل ہے اس کا نتیجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو نیک اور دنیا دار اولاد دی جن میں سے ایک طرف ایک کو یعنی جناب فخر قوم چودھری ظفر اللہ خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی طور پر بین الاقوامی شہرت عطا کی۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کے پاک خلیفہ نے ان کی خدمات قبول فرما کر آسمانی بادشاہت میں داخل فرما لیا اللھم زد فزد

ان دوسرے صاحبزادے بھی اپنے معزز باپ اور ماں اور قابل فخر بھائی کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اس خاندان کی شان کا صحیح رنگ میں اندازہ ہم اس وقت لگا سکتے ہیں جبکہ ہم حضرت امیر المومنین کے ان الفاظ مبارکہ کو پڑھیں جو آپ نے ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء کے خطبہ مبارکہ میں فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگ مالی لحاظ سے غریب ہوتے ہیں۔ اور بعض دل کے غریب ہوتے ہیں۔ اور دل کے غریب وہ ہوتے ہیں جو کبر محسوس نہ کریں۔ میں نے بیسیوں تحریکیں اپنی خلافت کے زمانہ میں کی ہیں۔ مگر کئی امراء اور علماء ہماری جماعت میں ایسے ہیں کہ انھوں نے ان میں بہت کم حصہ لیا ہے اس لئے جو امراء دینی تحریکات میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کو بھی میں غرباء میں شامل کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ دل کے غریب ہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر میں چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم کی اکثر اولاد بالخصوص چودھری ظفر اللہ خان صاحب کا ذکر کرتا ہوں۔ میں نے آج تک کوئی ایسی تحریک نہیں کی جس میں انھوں نے حصہ نہ لیا ہو۔ خواہ وہ تحریک علمی تھی یا جسمانی یا مالی یا سلوک کی خدمت کی تھی۔ انھوں نے خود اپنا نام اس میں پیش کیا۔ اور پھر خلوص کے ساتھ اسے نبھاہا۔ جب میں نے ریزروفنڈ کی تحریک کی تھی۔ تو کئی لوگوں نے اپنے نام دیئے تھے۔ مگر ان میں سے صرف ایک چودھری ظفر اللہ خان صاحب ہی ہیں جنھوں نے اسے پوری طرح نبھاہا۔ اور ہزاروں روپیہ جمع کرکے دیا۔ حالانکہ اس وقت ان کی پوزیشن ایسی نہ تھی۔ جیسی اب ہے کہ کوئی خیال کرے کہ اپنے اثر سے روپیہ جمع کر لیا ہوگا۔ چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم گو ۱۹۰۴ء کے بعد سلسلہ میں داخل ہوئے۔ مگر انھوں نے اخلاص کا بہت نیک نمونہ دکھایا اور وہی نمونہ کم و بیش ان کی اولاد میں ہے۔ اور ان کی اہلیہ میں بھی اخلاص کا وہ نیک نمونہ ہے۔ بلکہ وہ صاحب کشوف بھی ہیں۔ ان کو ہمیشہ سچے خواب آتے رہتے ہیں۔

مجھے ان کی اولاد سے اس لئے بھی محبت ہے کہ جب میں نے آواز دی کہ جو لوگ اپنے گزارے کے لئے کافی روپیہ کما چکے ہیں۔ وہ اپنا بڑھاپا دینی خدمت کے لئے وقف کر دیں تو چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم نے اس پر لبیک کہا۔ اور نہایت اخلاص سے صدر انجمن احمدیہ میں کام کرتے رہے۔ اور وفاداری اور فرمانبرداری سے کام کیا۔ ان کو چونکہ میرے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس لئے مجھے ان کی قدر ہے۔ اور ان کی اولاد نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے باپ کے لئے بھی مجھے پیاری ہے اور اب کے ان کی اولاد کا ذکر آیا ہے۔ میں ان کی اولاد کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان کے دل کا متاع کبھی ضائع نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا کی تعیش دے۔ تو یہ اس کا فضل ہے۔ لیکن ان کے دل کی غربت قائم اور ضرور قائم رہے بلکہ بڑھتی رہے کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو دنیوی مال و دولت ایک لعنت"

حضور کے ان کلمات طیبات سے اس خاندان کی عزت و عظمت کا پتہ ملتا ہے کہ وہ سب کے سب ہی حضرت امیر المومنین کو پیارے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انکی نیکی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ جن کے والدین خود دین کے لئے فدا ہوں اور اپنی اولاد کے لئے اسوہ حسنہ ہوں۔ الغرض حضرت چودھرانی صاحبہ کے حالات کہ آپ کس طرح احمدی ہوئیں۔ الحکم نسال تونیح اس باب کا افتتاح کرتا ہوں۔ یہ حالات مجھے امید ہے بہتوں کے لئے باعث ہدایت ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت چودھرانی صاحبہ نے ظاہری تعلیم تو حاصل نہیں کی۔ کیونکہ اس زمانے میں لڑکیوں کو یہ تعلیم بھی نہیں دی جاتی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ نے روحانی طور پر آپ کا سینہ نور سے بھر دیا۔ میں ان کے مضمون کو ان ہی کے الفاظ میں درج کروں گا۔ تاکہ انکی الفاظ کی سادگی اور خوبی میں کسی قسم کا تغیر نہ پیدا ہو۔ ہاں مضمون میں سرخیاں وغیرہ میری طرف سے زائد ہوں گی۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

میں حسین بی بی زوجہ چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم سابق ناظر اعلیٰ سلسلہ عالیہ حقہ احمدیہ خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ مندرجہ ذیل خوابیں میری لفظ بلفظ صحیح ہیں اور ان میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہے۔ اور ان ہی خوابوں کی بنا پر میں نے احمدیت کو قبول اور حضرت مسیح موعود علیہ

کے تمام دعاوی کو حق تسلیم کر کے ان کی بیعت میں داخل ہوئی۔ نیز یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہے کہ میں بالکل ان پڑھ ہوں۔

سنہ ۱۹۰۳ء کا پہلا خواب

غالباً سنہ ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے۔ اور اس میں بہت کثرت سے پیپل اور بڑھ کے درخت ہیں اور لوگ کثرت سے وہاں جا رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہاں ایک نظارہ ہے۔ اسے دیکھنے جا رہے ہیں میںنے چودھری صاحب (یعنی چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم) سے اصرار کیا کہ ہم کو بھی وہاں جانا چاہیئے۔ چنانچہ اپنا ٹانگہ ہم نے جڑوایا اور وہاں روانہ ہوئے۔ راستہ میں چودھری محمد امین صاحب وکیل (جو آجکل شیخوپورہ میں پریکٹس کرتے ہیں) کی بیٹھک پڑتی تھی۔ ہم وہاں پہنچ گئے۔ میں ٹانگہ کی پچھلی نشست پر تھی اور چودھری صاحب مرحوم اگلی نشست پر تھے۔ چودھری مرحوم کو چودھری محمد امین صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے ٹانگے پر سے بلا لیا۔ لیکن میں اس میدان میں چلی گئی۔ اس میدان میں اسقدر روشنی تھی کہ میرے لئے اس کا بیان کرنا ناممکن ہے۔ لوگ اسقدر ہیں کہ پیپل کے پتوں سے بھی لٹک رہے ہیں۔ اس نظارہ کو دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا۔ وہاں ایک کوٹھا تھا۔ میں اس کی منڈیر پر چڑھ کر بیٹھ گئی ہوں۔ اور میںنے اپنے پاؤں اس غرض سے پھیلا دیئے ہیں کہ میں اپنے ساتھی کے لئے جگہ محفوظ رکھ سکوں۔ جو کوئی عورت یا مرد وہاں بیٹھنے لگتا ہے میں اسے کہہ دیتی ہوں کہ پرے ہو کر بیٹھیں۔ کیونکہ وہ جگہ میں نے اپنے ساتھی کے لئے رکھی ہوئی ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد چودھری صاحب بھی آ گئے۔ اور میں نے پاؤں سمیٹ کر ان کو جگہ دیدی اور وہ بیٹھ گئے۔ اس میدان میں ایک بہت لمبی پینگ ہے (یعنی دو متوازی جھولے لٹکائے ہوئے ہیں) اور وہ پینگ کسی درخت یا دیوار یا کسی اور ذریعہ سے نہیں لٹکی ہوئی بلکہ آسمان سے لے کر زمین سے تھوڑی اونچی ہے۔ اس پینگ میں نیچے کے پنگوڑے کی طرح ایک چیز رکھی ہوئی ہے اس پنگوڑے کے اوپر سایہ کی طرح ایک برقعہ ہے اور اس طرح وہ برقعہ پڑا ہوا ہے کہ اندر بیٹھا ہوا شخص دکھائی نہیں دیتا۔ پینگ خود ہی مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کو جھولے آتے ہیں اور ہر ایک جھولے کے ساتھ اس پنگوڑے میں سے آواز آتی ہے

صدقے یا رسول اللہ

جوں ہی کے یہ آواز آتی ہے روشنی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

تین قمری مہینوں میں سے میں نے تین دفعہ یہ خواب دیکھا۔ اور ہر دفعہ میرا دل اسقدر خوش ہوتا تھا کہ میں دن کو بھی آنکھیں بند کرتی رہتی کہ مجھے پھر وہ نظارہ نظر آئے۔

دوسری بشارت بذریعہ خواب

پہلی خواب جب میں تین دفعہ دیکھ چکی تو چوتھے مہینے میں ایک رات صبح چار بجے کے وقت میں نے دیکھا کہ میں اپنے کپڑے وغیرہ صندوقوں میں بند کر رہی ہوں۔ کسی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہی ہو تو میں نے کہا کہ میں مکہ شریف کو جا رہی ہوں میں خواب کی حالت میں صبح پانچ بجے کی گاڑی پر سیالکوٹ سے سوار ہوئی اور اسی دن سہ پہر کے چار بجے مکہ شریف پہنچ گئی۔ مجھے کسی نے بتایا کہ یہی مکہ شریف ہے۔ میں وہاں بہت حیران ہوئی کہ اور لوگوں کو تو مکہ معظمہ جانے میں مہینے لگتے ہیں لیکن میں اسی دن پہنچ گئی۔

قادیان میں جو ریتی چھلہ ہے۔ میں اس میں خواب کی حالت میں اتری ہوں اور اس جگہ کسی نے کہا کہ یہ مکہ معظمہ ہے اور آپ پہنچ گئی ہیں (مجھے قادیان اور خواب کے مکہ معظمہ کے ایک جگہ ہونے کا یقین اسوقت ہوا جب میں قادیان سنہ ۱۹۱۱ء میں پہلی دفعہ اپنی زندگی میں گئی) میں نے کسی سے کچھ نہیں پوچھا۔ بلکہ خود ہی بازار میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان مبارک میں حضرت ام المؤمنین کے دروازے کے سامنے سیڑھیاں چڑھنے کے بعد پہنچ گئی اس دروازے کے سامنے ایک چوکی بچھی ہوئی تھی (جو اب بھی بچھی ہوئی ہے) اس کے اوپر ایک صندوقچی پڑی ہوئی تھی اور ایک بہت ضخیم کتاب صندوقچی کے پاس چوکی پر پڑی ہے

صندوقچی میں اوپر کی طرف ایک سوراخ ہے جو عام طور پر پیسے ڈالنے کے لئے ہوتا ہے۔ میں نہ کسی سے کچھ بولی اور میں نے کسی سے کچھ پوچھا۔ جاتے ہی میں نے صندوقچی کے منہ پر اپنا منہ رکھ لیا اور بلند آواز سے اس سوراخ میں کہا

یا اللہ بخشیں میرے گناہاں نوں
یا اللہ بخشیں میرے گناہاں نوں
یا اللہ بخشیں میرے گناہاں نوں

پھر میں نے خود ہی سوال کیا کہ

یا رب العالمیاں بخشیگا؟

تو مجھے بلند آواز سے جواب ملا

بخشانگا۔ بخشنہار ہاں جے ایس کتاب اُتے تیرا ناواں ہووے گا۔

یعنی ہاں بخش دوں گا۔ کیونکہ میں بخشنے والا ہوں مگر اس شرط پر اگر اس کتاب میں تمہارا نام ہوگا تب میںنے اپنا جب سر اُٹھایا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ پیدائش کیوقت چوکیدار نام لکھوایا کرتے ہیں بلند آواز سے کہا

خورے بھیڑے ریٹی نے (چوکیدار نے) لکھوایا کہ ناں

یعنی معلوم نہیں چوکیدار نے میرا نام لکھوایا تھا یا نہیں

میرے والد مرحوم پہلے ہی سلسلہ میں داخل تھے اور احمدی ہو چکے تھے۔ میں نے اُن کو یہ خواب سنایا تو اُنھوں نے کہا تم جا کر دیکھو تم خواب میں جتنی دیر میں مکہ معظمہ پہنچی تھی اتنی دیر میں تم قادیان پہنچ جاؤ گی۔ میں نے جواب میں کہا کہ مجھے سنانے کی ضرورت نہیں جس اللہ تعالے نے مجھے اسقدر بتایا ہے۔ وہ جب مجھے اس شخص کو دکھا دے گا جس نے دعویٰ کیا ہے تو میں بیعت کروں گی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی رویا میں زیارت

میںنے اپنے والد صاحب سے جب اوپر والی بات کی تھی تو اس کے تین دن کے بعد میں نے سیالکوٹ میں ایک خواب دیکھا کہ باہر چبوترے پر لیمپ جل رہا ہے اور عورتیں کھانا تیار کر رہی ہیں۔ میں ایک برتن چوبارے میں لیکر گئی۔ جب میں اندر گئی تو وہاں بہت سی روشنی ہو رہی تھی میں نے دل میں کہا کہ لیمپ تو اوٹ میں ہے یہ روشنی کس چیز کی ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور کمرہ ہے میں اس میں داخل ہوئی کہ شاید اس کمرے میں لیمپ ہو۔ تو وہاں پہلے کمرہ سے بھی زیادہ روشنی تھی۔ میںنے جب دیکھا تو دائیں طرف میری ہی چارپائی پر بستر بچھا ہوا ہے اور تین تکیے دو دونوں طرف اور ایک سرہانہ کی طرف لگے ہوئے ہیں اور اس پر ایک نہایت نورانی شکل والے بزرگ بیٹھے ہیں۔ سامنے ان کے کاپی ہے کاپی چارپائی پر پڑی تھی اور دائیں ہاتھ میں پنسل تھی اور بایاں ہاتھ ماتھے پر تھا۔ گویا جس طرح روشنی یا دھوپ سے آنکھوں کو بچایا جاتا ہے۔ اور کاپی پر کچھ تحریر فرما رہے ہیں میں ان کو دیکھتے ہی فوراً کہہ اٹھی ہوں کہ

صدقے اللہ پاک دے جانن نے ایسی شخص والے

میں نے یہ بات تین دفعہ کہی۔ وہ بزرگ اسی طرح لکھتے رہے میں ان کے دائیں کندھے کی طرف ہو کر پچھلی طرف کھڑی ہو گئی اُنھوں نے ساری سطر لکھ لی۔ پھر اُنھوں نے ایک پاؤں میں اپنا جوتا پہنا۔ میں نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا یا حضرت

مینوں اپنی خوشی تھا توں دیکھ کے ہوئی اے جنی ساری عمر وچ نہیں کدی ہوئی۔ ذرا کوتے ہور بہو

یعنی حضور کو دیکھ کر مجھے اسقدر خوشی ہوئی ہے کہ ساری عمر میں اتنی کبھی نہیں ہوئی تھی تھوڑا سا تو اور ٹھیریئے۔

تب وہ پاؤں بھی جوتے سے نکال دیا اور چارپائی پر بیٹھ گئے۔ پھر دائیں ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا کہ

تروں چناں وچ ترے واری زیارت ہوئی اے تے یقین نہ کیتا اجے وی کیتا اے کہ نہیں

یعنی تین قمری مہینوں میں تین دفعہ زیارت ہوئی۔ مگر یقین نہ ہوا کیا اب بھی یقین ہوا یا نہیں؟

تب میں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ

آہین الحمد للہ میرا یقین کیتا گیا اے۔ لیکن مجھے

اسوقت بھی یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ جب میں نے یہ بات کہی تو اُنھوں نے پھر جوتا پہن لیا۔ ابھی وہ دونوں کمروں کی درمیان والے دروازے کی دہلیز پر تھے ایک پاؤں اندر تھا اور ایک باہر۔ میںنے جرأت کر کے اُن کا کرتا پیچھے سے پکڑ کر کہا

یا حضرت مینوں دس کے جاؤ مینوں اگر کوئی تے پچھے تینوں کون ملیا۔ اے تے میں کی دساں

یعنی یا حضرت اگر کوئی مجھے پوچھے کہ تم کو کون ملا تو میں اُسے کیا بتاؤں حضور بتا کر جائیں۔

اسپر حضور نے دائیں ہاتھ کے اشارے سے فرمایا

جو کوئی تھانوں پچھے تے تسی کہنا کہ مینوں

احمد ملے نے

(علیہ الصلوٰۃ والسلام)

یعنی

اگر کوئی پوچھے تو اسے کہدینا کہ مجھے احمد ملے تھے یہ کہہ کر وہ تشریف لے گئے

(باقی آئندہ)

دارالامان کا ہفتہ

حضرت سیدنا امیر المومنین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

اہل بیت حضرت ام المومنین متعنا اللہ بطول حیاتہا اور تمام ممبران خاندان نبوت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں الحمد للہ علیٰ ذالک

کارکنان جلسہ کیلئے دعا

۳ر جنوری ۱۹۳۵ء کو حضرت سیدنا امیر المومنین نے تمام کارکنان جلسہ کو جو قصر خلافت میں جمع تھے حسب معمول شرف مصافحہ عطا فرمایا اور بالآخر ان سب کے لئے لمبی دعا فرمائی۔

سانحہ ارتحال

یہ خبر نہایت رنج اور افسوس سے پڑھی جائے گی کہ حضرت پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی سرساوی جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خدام میں سے تھے۔ اور جنہوں نے سلسلہ کے قبول کرنے کے ساتھ سلسلہ پیری مریدی پر لات ماردی تھی ۳ر جنوری کو ظہر کی نماز کے وقت انتقال فرما گئے

انا للہ و انا الیہ راجعون

۴ر جنوری کو بعد نماز جمعہ حضرت اقدس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور آپ مقبرہ بہشتی میں دفن ہوگئے (مفصل پھر)

مقدمہ بخاری

۵ر جنوری کو عطاء اللہ شاہ بخاری کے مقدمہ میں مکرمی خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل اور مولانا مفضل دین صاحب وکیل۔ اور جناب قاضی عبد اللہ صاحب بھٹی اور خاکسار محمود احمد عرفانی مکرر جرح کے لئے پیش ہوئے مگر صرف ایڈیٹر الفضل پر ملزم کے وکیل نے طول طویل جرح کر کے وقت کو ضائع کیا۔ اور باقی کے گواہ اپنے وقت کا نقصان کر کے واپس آئے۔

اب پھر ۱۲ر جنوری کو دوبارہ مکرر جرح کے لئے گورداسپور جارہے ہیں۔

درس قرآن کا ختم

۴ر جنوری کو حضرت اقدس نے بعد نماز عصر قرآن کریم کی آخری صورتوں کا درس دیا۔ مسجد اقصیٰ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ بالآخر ہزاروں انسانوں کو ساتھ لے کر

حضور نے لمبی دعا فرمائی درس کے وقت بہت سی تاریں دعا کے لئے موصول ہوئیں۔ حضور نے وہ تاریں پڑھ کر سنائیں اور جماعت کے ساتھ ان سب کے لئے دعا فرمائی۔

مکتوبات احمدیہ

حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف جمال جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے مخلص صحابی ہیں اور جن کی شخصیت اس تعلق کی وجہ سے بھی جو آپ کو سیدنا امیر المومنین سے ہے جماعت میں نمایاں ہے آپنے ایک دفعہ جب حضرت کی زندگی میں تشریف لائے تو آپنے حضور سے سفر کی اجازت چاہی۔ تو جو خط آپ نے لکھا اور اس پر جو حضور نے جواب لکھا اس کی نقل طبع کے لئے دفتر الحکم کو ارسال فرمائی ہے جسے شکریہ سے درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں خاکسار ابوبکر یوسف آپ کا خادم کا کل صبح کو وطن جانے کا ارادہ ہے۔ بہ سبب والد صاحب کا ارادہ ہے جدہ جانے کا۔ اور اور مجھ کو بھی جدہ جانا ہوگا۔ اس لئے اجازت چاہتا ہوں اور حضرت دعا فرمائیں کہ خداوند دین کو دنیا پر ہر حالت میں مقدم رکھنے کی توفیق رفیق عطا کرے

الراقم الحقیر ابوبکر یوسف عرب۔ ساکن بٹن ۱۱ شس ۲۲۵ھ

حضرت اجمیر سے معلم سید لعل محمد نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ گرمود یک صافہ اور واسکٹ اور پائجامہ اور جراب ارسال ہے قبول کرنا اور پانچ روپے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا جواب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ افسوس کہ آپنے جلد جانے کا ارادہ کیا ہے۔ اچھا خدا تعالیٰ خیر و عافیت سے پہنچاوے۔ آمین۔ آپ کی طرف سے مبلغ پانچ روپے اور پارچات پہنچ گئے جزاکم اللہ خیراً۔ ان کی طرف السلام علیکم

خاکسار: مرزا غلام احمد

عید الفطر

۷ر جنوری کو ۹ بجے ہزارہا احمدی عید گاہ میں جمع ہوئے۔ امرتسر تک کے احمدی عید کے لئے آئے تھے۔ دس بجے نماز ہوئی۔ حضور نے اس تقریب پر ایک ایسا خطبہ فرمایا جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

خطبہ کے بعد لمبی دعا فرمائی۔ اور پھر تمام احباب کو شرف مصافحہ بخشا۔ آخیر میں ارد گرد کے دیہات کے سکھ جاٹوں نے اور بعض سادھوؤں نے بھی مصافحہ کیا۔

عید الفطر کے دن دعوت

گذشتہ سال حضرت اقدس نے تجویز کیا تھا کہ عید کے دن ایسا انتظام کیا جائے کہ جماعت کے سب افراد ملکر کھانا کھایا کریں۔ اور اس کے اخراجات کے لئے ۳ر فی کس کے حساب سے لئے جایا کریں۔

چنانچہ گذشتہ سال اور اس سال عید الفطر پر تجربہ کیا گیا ۳ر فی کس کے حساب سے چندہ وصول کیا گیا۔ چار ہزار آدمی اس دعوت میں شریک ہوئے۔ کھانا نہایت عمدگی سے تقسیم ہوا۔ محلہ وار دیگیں بھیج کر تقسیم کرادی گئیں۔

دعوت صحابہ

اسی رات عید کو جماعت کی طرف سے ایک دعوت صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی۔ بہت بڑی تعداد صحابہ کی اس میں شریک ہوئی ان کے کھانے کا انتظام مبلغین سلسلہ کے سپرد تھا۔ ان دونوں دعوتوں کے منتظم ناظر اعلیٰ تھے۔

صحابہ کی تشخیص و تصدیق نظارت تعلیم و تربیت نے کی۔ چندے کے جمع کرنے کا کام ناظر صاحب بیت المال نے کیا۔

سکھوں کا جلسہ

قادیان میں ۵-۶-۷ر جنوری کو سکھوں کا جلسہ تھا ۵ تاریخ کو نگر کیرتن تھا ۶ر تاریخ کو لیکچراروں نے اسلامی حکومت اور مسلمان بادشاہوں کے خلاف تقریریں کیں جن میں نا ملائم الفاظ استعمال کئے گئے ۷ر تاریخ کو ہماری جماعت کے خلاف سخت اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں۔ اور بغیر سوچے سمجھے سکھ قوم کو بھڑکایا گیا۔

ہمارا جلسہ

ان کے اعتراضات کے جواب میں ۸-۹-۱۰ کو روزانہ ۴ بجے ریتی چھلہ میں ہمارا جلسہ ہوتا رہا۔

جماعت نے بڑے شوق سے ان جلسوں میں حاضری دی۔

پہلے دن محترم ایڈیٹر صاحب نور اور گیانی واحد حسین صاحب نے تقریریں کیں۔ چودھری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر تھے۔

دوسرے دن خاکسار شیخ محمود احمد نے سکھوں کے جلسے کے حالات سنائے اور محترم ایڈیٹر صاحب نور اور گیانی واحد حسین صاحب نے تقریر سکھ لیکچرار گیانی ہری سنگھ صاحب کو سوالات اور گیانی واحد حسین اس جلسے کے صدر چودھری صاحب موصوف تھے۔

تیسرے دن گیانی واحد حسین صاحب نے پھر تقریر کی مولانا نیر صاحب صدر تھے۔

باوجود بارش کے لوگ جلسہ میں آئے اور بڑھ کے درختوں کے نیچے شوق سے سنتے رہے۔

رخصتانہ

ہمارے محترم بھائی شیخ الطاف حسین صاحب کلرک بورڈنگ ہوس مدرسہ تعلیم الاسلام جو ایک نیک اور مخلص نوجوان ہیں۔ جن کی بیوی تھوڑا عرصہ ہوا ہے فوت ہوگئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی شادی جناب ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب کے ہاں ہوگئی تھی۔

اب ۱۰ر جنوری کی شام کو وہ اپنی دولہن کو لے کر اپنے گھر آگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو بابرکت فرمائے۔ آمین۔

مجلس مشاورت جماعت احمدیہ ۱۹۳۵ء کے انعقاد کے متعلق اعلان

حسب ہدایت سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جملہ جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال مجلس مشاورت کا انعقاد ایسٹر کے ایام میں مورخہ ۱۹-۲۰-۲۱-اپریل ۱۹۳۵ء کو انشاء اللہ ہوگا چاہیئے کہ تمام جماعتیں باقاعدہ اپنے اجلاس منعقد کرکے مجلس مشاورت کے نمائیندگان کا انتخاب کریں۔ اور ۱۵ر مارچ تک اس انتخاب سے دفتر سکرٹری مجلس مشاورت کو باقاعدہ اطلاع دیں۔ ضروری ہوگا کہ ہر جماعت باقاعدہ ایک تحریر اس امر کی تصدیق کی سکرٹری مجلس مشاورت کے پاس بھیجے کہ فلاں فلاں دوست ہماری جماعت کی طرف سے اس سال کے لئے مجلس مشاورت کے نمائیندے منتخب کئے گئے ہیں۔ اور نمائیندگان جب مشاورت کے موقعہ پر تشریف لائیں تو اسوقت بھی ایک نقل اس تصدیق کی اپنے ہمراہ لائیں۔ ایجنڈا اور پروگرام مجلس مشاورت حسب منظوری سیدنا امیر المومنین ۱۹ر مارچ تک جماعتوں کو انشاء اللہ بھیج دیا جائے گا۔

نوٹ:۔ جماعتوں کے امراء بحیثیت اپنے عہدے کے بغیر کسی مزید انتخاب کے مجلس مشاورت میں بطور اپنی جماعت کے نمائندے کے شریک ہو سکتے ہیں

المعلن: سکرٹری مجلس مشاورت قادیان

وصایا

نمبر ۴۲۳۴ مسماۃ عمری بنت بودل خان زوجہ ابراہیم قوم بافندہ کھماچوں ڈاکخانہ نبگہ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳۴/۹/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کیوقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا ایسی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی ...... رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ میں اس کے آٹھویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں زیورات مبلغ بیس جسکی قیمت -/۱۰۰ روپیہ ہے۔

العبد: مسماۃ عمری زوجہ ابراہیم۔ نشان انگوٹھہ
گواہ شد: قدرت اللہ سیکرٹری وصایا انجمن احمدیہ بنگہ حال کھماچوں
گواہ شد عبدالرحیم ولد جمال الدین ساکن کھماچوں بقلم خود۔

نمبر ۴۲۳۵ مسماۃ زینب بی ولد خیر الدین زوجہ عبدالکریم قوم بافندہ عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن کھماچوں ڈاکخانہ نبگہ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳۴/۹/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے مرنے کیوقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں

نقری اور طلائی زیورات جن کی قیمت معہ مہر -/۲۶۰ روپیہ ہے۔ حق مہر -/۴/۳۲ روپیہ ہے

العبد: زینب بی بی زوجہ عبدالکریم نشان انگوٹھا
گواہ شد: جمال الدین بقلم خود
گواہ شد: قدرت اللہ سکرٹری وصایا انجمن احمدیہ کھماچوں

نمبر ۴۲۳۶ مسماۃ مریم بی بی بنت محمد بخش زوجہ عبداللہ ساکن کھماچوں ڈاکخانہ نبگہ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳۴/۹/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے مرنے کیوقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے:۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ کل مالیت نقری و طلائی زیورات جس کی قیمت معہ مہر -/۲۳۰ روپیہ ہے حق مہر -/۴/۳۲

العبد مسماۃ مریم بی بی زوجہ عبداللہ نشان انگوٹھہ
گواہ شد:۔ عبداللہ خیر الدین بقلم خود
گواہ شد:۔ غلام محمد ولد خیر الدین ساکن کھماچوں بقلم خود

(سندیش سنیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)